استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

فروری ۱۹۶۶ء

ایڈیٹر

محمد شفیق قیصر

فی پرچہ ۶۲ پیسہ

سالانہ چندہ ۶ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

المصلح الموعودؓ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۲ — شمارہ ۴

شوال ۱۳۸۵ھ ✲ تبلیغ ۱۳۴۵ھش

فروری ۱۹۶۶ء

سرپرست

حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد مدظلہ

(ایڈیٹر)

محمد شفیق قیصر

نائب ایڈیٹر

مرزا مغفور احمد

(سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

فہرست مضامین

اداریہ

"کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور".....

۲۰ فروری کا دن سلسلہ احمدیہ بلکہ اسلام کی تاریخ میں ایک بہت ہی مبارک اور مقدس دن ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ عظیم الشان پیشگوئی شائع فرمائی جو "پیشگوئی مصلح موعود" کے نام سے موسوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے بیٹے کی بشارت دی جو دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے والا اور اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کا موجب ہوگا۔ وہ پاک روح نور ہی نور ہوگا اور روح حق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اس کا وجود اسلام کی صداقت کا ایک مؤثر اور روشن ذریعہ ہوگا۔

اس وعدۂ خداوندی کے مطابق وہ پسرِ موعود ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کے مبارک دن پیدا ہوا اور خدا تعالیٰ کے فرمودہ کے مطابق جلد جلد بڑھا اور جوانی کی عمر میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصبِ خلافت کا حامل قرار پایا۔

اس عظیم الشان پیشگوئی میں بیان شدہ ایک ایک علامت اپنی پوری شان سے حضور خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس ذات میں پوری ہوئی۔ اس مقدس وجود نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کئے رکھا۔ اسے فکر تھی تو صرف یہی کہ کسی طرح دنیا کفر کے اندھیروں سے نکل کر خدا تعالیٰ کے نور کی طرف آجائے۔ اسلام کے جھنڈے کو سربلند کرنے کے لئے اس مقدس وجود نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف کر دیا اور بالآخر خدائی نوشتوں کے مطابق اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اپنے "نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا"۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اس مقدس وجود کو دیکھا، اس کی باتیں سنیں، لیکن کیا ہم نے اس زمانہ کی برکات سے کماحقہٗ فائدہ اٹھایا اور اس کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کے جھنڈے کو دنیا پر سربلند کرنے کیلئے کوئی کوشش کی؟۔

ہم جو اپنے آپ کو خدام الاحمدیہ کہتے ہیں یعنی احمدیت کے بلند معیار کے مطابق تمام دنیا کے خادم ـــــ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور وہ مقدس وجودؓ جو ہماری اس تنظیم خدام الاحمدیہ کا بانی بھی تھا کے فرمودات کی روشنی میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ہر وقت اپنے نصب العین

کو اپنے پیش نظر رکھیں۔ حضورؓ فرماتے ہیں :-

"دوستوں کو چاہیئے کہ قریب ترین عرصہ میں احمدیت کو پھیلانے میں اپنی ساری توجہات کو لگا دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے اور جب ہم اُسے کرنے لگیں گے تو خدا تعالیٰ کی غیرت خود بخود جوش میں آئے گی۔ کہ میرے بندے میرا کام کر رہے ہیں۔ تب فرشتے آسمان سے اُتریں گے اور اس کام کو ہاتھ میں لے لیں گے۔ اور تھوڑی سی کوشش سے شاندار نتائج برآمد ہوں گے :"

(الفضل ۳ ر مئی ۱۹۶۱ء)

پھر فرمایا :- "ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ اسلام کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ قرآن کریم کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے۔ یہ اتنا عظیم الشان کام ہے کہ اس کے لئے ہماری محنتیں اور ہماری کوششیں پاگلانہ ہونی چاہئیں۔ اگر ہم اپنی طرف سے تمام طاقت صرف کر دیں گے تو باقی کمی خدا تعالیٰ اپنے فضل سے پوری کر دے گا...... ہمیں اپنی ساری باتوں کو بھول کر اسلام اور قرآن مجید کی حکومت کے قیام کے لئے اپنی ساری طاقت صرف کر دینا چاہیئے اور ایسا زور لگانا چاہیئے کہ دنیا صرف ہمارے دعویٰ کی وجہ سے ہمیں پاگل نہ کہے بلکہ کام کی وجہ سے پاگل کہے۔"

(الفضل ۵ ر اکتوبر ۱۹۶۲ء)

پھر اس زمانہ کے دجالی فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں :-

"آج دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب ہے اس کی وجہ سے کوئی چیز بھی اسلام کی باقی نہیں رہی۔ نہ اس کے تمدنی احکام قائم ہیں۔ نہ سیاسی احکام قائم ہیں نہ اقتصادی احکام قائم ہیں اور نہ شخصی احکام قائم ہیں۔ ہر چیز میں آج تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لئے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہوگی، جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بغض نہ ہوگا اتنا بغض اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز سے بغض نہ ہو اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے جو شخص بھی مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں۔ جس تہذیب نے ہمارے مقدس آقا کی تصویر کو دنیا کے سامنے بھیانک رنگ میں پیش کیا ہے، جس تہذیب نے اسلامی تمدن کی شکل کو بدل دیا ہے جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کر دیں کبھی چین اور اطمینان کی نیند نہیں سو سکتے۔ وہ لوگ جو یورپ کی نقالی کرتے اور مغربیت کی رَو میں بہتے

چلے جاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارے تن بدن میں تو اُن کی ایک ایک چیز کو دیکھ کر آگ لگ جانی چاہیئے کیونکہ اسلام اور مغربیت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یا اسلامی ثقافت زندہ رہے گی یا مغربیت زندہ رہے گی۔ دونوں کی بنیادیں متضاد اصول پر ہیں اور ان کا ایک ہی جگہ جمع ہونا ناممکن ہے۔ مغربیت کی بنیاد ساری کی ساری دنیاوی لذات اور عیش پرستی پر ہے اور اسلام کی بنیاد کلی طور پر اللہ تعالےٰ کی رضامندی، روحانیت اور اخلاق کی درستی پر ہے۔ اس لئے ان دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ مگر یہ امر یاد رکھو کہ انگریز اور مغربیت میں فرق ہے۔ انگریز انسان ہیں اور ویسے ہی انسان ہیں جیسے ہم اور اس لحاظ سے انگریز ہدایت پا سکتے ہیں لیکن مغربیت ہدایت نہیں پا سکتی۔ وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور جب تک اسے توڑا نہیں جائے گا دنیا میں حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ برزخ ہے جس کو قائم رکھنے کے لئے میں تحریک جدید کے ذریعہ جماعت کے دوستوں کو توجہ دلا رہا ہوں کہ وہ مغربی اثرات کو کبھی قبول نہ کریں۔ جو احمدی میٹھے پانی کا طلبگار رہے وہ ضرور ان سے الگ رہے گا اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کڑوا اور میٹھا پانی ایک دوسرے میں جذب ہو جائیں "

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ دوم ص۱۱)

پس حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کی روشنی میں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے قدموں کو تیز سے تیز تر کر دیں اور اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین، اخلاقِ فاضلہ، اوصافِ حمیدہ، علمی اور مذہبی تفوق کے ساتھ ساتھ ہمارے سینوں میں تقویٰ کا چراغ بھی روشن ہو اور ہماری جبینوں سے آسمانی نور کی کرنیں ظاہر ہوں تا ایک دوسرے میں نیکی کی تحریک پیدا ہوتی رہے اور نیکیوں میں ہمارے قدم آگے ہی بڑھتے رہیں۔

اس وقت تمام دنیا کی نظریں ہماری طرف لگی ہوئی ہیں اور دنیا ہم سے ایک روحانی انقلاب چاہتی ہے۔ ایسا انقلاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہوا۔ اسلام کی روحانی تاثیرات جو ایک مدت سے قصۂ پارینہ بن چکی ہیں ہم نے اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دوبارہ زندگی کے خون سے ان کی آبیاری کرنی ہے۔ اور اس کے جسم میں دوبارہ حیاتِ جاوداں کی روح پھونک کر نئے سرے سے اسے ایک زندہ اور عظیم ترین خدائی طاقت ثابت کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عظیم الشان کام اس امر کا متقاضی ہے کہ ہم نہ صرف اپنی بلکہ اپنے بھائیوں کی اصلاح کی بھی فکر کریں اور انہیں اسلام کی خدمت کے لئے کمربستہ کریں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس نصیحت کو خود بھی غور سے پڑھیں اور

دوسروں کو بھی سنائیں۔ حضورؓ فرماتے ہیں:-

"پس اب بھی سنبھلو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار لوگ اب بہت تھوڑے رہ گئے ہیں .... پھر میرے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں کہ میری عمر کتنی ہوگی۔ پس یہ بڑے خطرات کے دن ہیں اس لئے سنبھلو۔ اپنے نفوس سے دنیا کی محبتوں کو سرد کرو اور دین کی خدمت کے لئے آگے آؤ اور ان لوگوں کے علوم کے وارث بنو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پائی۔ تا تم آئندہ نسلوں کو سنبھال سکو۔ تم لوگ تھوڑے تھے اور تمہارے لئے تھوڑے مدرس کافی تھے مگر آئندہ آنے والی نسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور ان کے لئے بہت زیادہ مدرس درکار ہیں۔ پس اپنے آپ کو دین کیلئے وقف کر دو اور یہ نہ دیکھو کہ اس کے عوض تمہیں کیا ملتا ہے۔ جو شخص یہ دیکھتا ہے کہ اُسے کتنے پیسے ملتے ہیں وہ کبھی خدا تعالیٰ کی نصرت حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کو ملتی ہے جو اس کا نام لے کر سمندر میں کُود پڑتا ہے چاہے موتی اس کے ہاتھ میں آجائیں اور چاہے وہ مچھلیوں کی غذا بن جائے۔"

(الفضل سالانہ نمبر ۱۹۶۵ء ص ۲۷)

پس اے احمدی نوجوانو! اس مقصد کو ساتھ لیکر اُٹھیئے اور اس عزم کے ساتھ اُٹھیئے کہ روح القدس کی تائید بھی آپ کے شاملِ حال ہو۔ اپنے اقوال و اعمال اور افعال کے ساتھ دوسرے خدام بھائیوں کو بھی اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ خلوص کے ساتھ دل کے کانوں سے وقت کی اس پکار کو سُنیں۔ پس آؤ ہم اپنی کمرِ ہمت کس لیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو فرائض ہم پر عاید ہوتے ہیں انہیں ادا کریں اور اسلام اور احمدیت نے جو توقعات ہم سے وابستہ کر رکھیں اور بنی نوع انسان کی خدمت کا جو عزم اور ارادہ ہمارے دلوں میں موجزن ہے اسے عمل کے حسین و جمیل پیراہن سے مزین کر دیں۔ یہ تمام شاہراہیں ایک ہی منزل کی طرف جاتی ہیں یعنی اسلام کے دائمی غلبہ کی منزل کی طرف۔ یہ منزل ابھی دُور ہے اور ہمارا سفر لمبا ہے۔ پس کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم برق رفتاری کے ساتھ اس منزل پر پہنچنے کی کوشش کریں اور اسلام کے غلبہ کو قریب سے قریب تر لے آئیں اور اس غرض کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کریں! ؎

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو!

معارف القرآن

وَاتَّقُوا اللّٰہَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ط

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو وہ خود ہی تمہیں سب کچھ سکھا دے گا۔

"یاد رکھو کبھی کسی گناہ کو چھوٹا اور حقیر نہ سمجھو۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے انسان ایک خطرناک اور گھیر لینے والے گناہ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں یہ پہاڑ چھوٹے چھوٹے ذرات سے بنتے ہیں ...... اسی طرح ادنیٰ سی نیکی اگر کرو تو اس سے ایک نورِ معرفت پیدا ہوتا ہے۔ نیکی اور بدی کی شناخت کا انحصار قرآن شریف کے علم پر ہے اور وہ منحصر ہے سچے تقویٰ اور سعی پر۔ چنانچہ فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰہَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ اور فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ جب اللہ تعالیٰ میں ہو کر انسان مجاہدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی راہیں اس پر کھول دیتا ہے۔ پھر سچے علوم سے معرفت نیکی اور بدی کی پیدا ہوتی ہے اور خدا کی عظمت اور جبروت کا علم ہوتا ہے اور اس سے سچی خشیت پیدا ہوتی ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ۔ یہ خشیت بدیوں سے محفوظ رہنے کا ایک باعث ہوتی ہے اور انسان کو متقی بناتی ہے اور تقویٰ سے محبتِ الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ پس خشیت سے گناہ سے بچے اور محبت سے نیکیوں میں ترقی کرے۔ تب بیڑا پار ہوتا ہے اور مامور من اللہ کے ساتھ ہو کر اللہ تعالیٰ کے غضبوں سے جو زمین سے یا آسمان سے نکلتے ہیں محفوظ ہو جاتا ہے ...... پس کوشش کرو، استغفار کرو اور جس درخت کے ساتھ تم نے پیوند کیا ہے اس کے رنگ میں رنگین ہو کر قدم اٹھاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔"

(حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ)

معارف الحدیث

استیذان

عن ربعی بن خراشٍ جاء رجلٌ فاستأذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ءالج؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ اخرج الیٰ ھٰذا فعلّمہ الاستئذان فقل لہٗ قل السلام علیکم ءادخل؟ فسمع الرجل ذالک فقال السلام علیکم ءادخل؟ فاذن لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فدخل۔　　(ابوداؤد)

ترجمہ:- ربعی بن خراش سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کے لئے اجازت چاہتے ہوئے کہا (یارسول اللہ) کیا میں اندر گھس آؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا کہ آپ باہر جاکر اسے اندر داخل ہونے کے لئے اجازت کا طریقہ بتادیں۔ اس سے کہیں کہ پہلے السلام علیکم کہے۔ پھر پوچھے کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سن لی اور وہیں سے ہمکلام ہوا السلام علیکم! کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی اور وہ اندر داخل ہوا۔"

تشریح:- اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ایک اہم اور ضروری حکم کی عملی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا۔ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝ (۲۴/۲۸)

یعنی اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے رہنے والوں کو السلام علیکم کہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قرآنی حکم کی عملی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ جب آنے والے نے

اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی تو اس نے السلام علیکم نہیں کہا تھا۔ بظاہر یہ ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی ہیں جو انسان کے اخلاق اور کردار پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضورؐ نے فوراً اس معمولی بات کا بھی نوٹس لیا اور اپنے خادم سے کہا کہ اسے اجازت لیکر داخل ہونے کا صحیح طریق بتاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے معلّمِ اخلاق تھے۔ چنانچہ حضورؐ خود فرماتے ہیں بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مکارم الاخلاق۔ یعنی میری بعثت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

اس حدیث میں کسی کے مکان میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ قرار دی گئی ہے کہ اجازت طلب کی جائے اور پھر گھر والوں کو السلام علیکم کہا جائے۔ یہاں جس شخص کا ذکر ہے اس نے آنے کی اجازت تو لی بھی مگر سلام کرنا بھول گیا تھا یا اسے علم ہی نہ تھا اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس اخلاقی فرض کی طرف توجہ دلا دی۔

گھروں میں اجازت لئے بغیر داخل ہونے کے نتیجہ میں بدظنی کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ پھر انسان ہر وقت اپنے گھر میں ایسی حالت میں نہیں ہوتا کہ وہ پسند کرتا ہو کہ دوسرا اس کو دیکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استیذان کے بارہ میں اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اگر اپنا گھر ہو اور اس میں والدہ رہتی ہو تو پھر بھی اجازت لیکر ہی اندر جانے کی تاکید ہے۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں:۔

انّ رجلاً سأل النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال استأذن علی امّی؟ فقال نَعَم۔ قال انّی معھا فی البیت فقال استأذن علیھا، قال انّی خادمھا؟ قال استأذن علیھا أتحبُّ ان تراھا عُریانۃً؟ قال لا۔ قال استأذن علیھا

یعنی ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! کیا میں اپنی والدہ سے بھی اپنے گھر میں اندر جانے کی اجازت لے لیا کروں؟ فرمایا ہاں۔ اس پر اس نے پھر عرض کی یا رسول اللہ اگر میں اس کے ساتھ گھر کے اندر رہتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا پھر بھی، اندر جانے کے لئے اجازت لے کر آؤ۔ اس پر سائل نے پھر عرض کی حضور! میں اُن کی خدمت بھی کرتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا پھر بھی اجازت لے لیا کرو کیا تم پسند کرتے ہو کہ اسے کسی وقت برہنہ دیکھو؟ وہ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اجازت لیکر ہی اندر داخل ہوا کرو۔"

اس حدیث میں سائل نے اپنی اچھی طرح تسلی کر لی اور ہر ممکن سوال کیا لیکن حضورؐ نے ہر موقعہ پر یہی فرمایا کہ اجازت لیکر ہی اندر داخل ہونا چاہیئے کیونکہ عین ممکن ہے کہ گھر میں اچانک اور بے دھڑک داخل ہوتے وقت اہل خانہ ایسی حالت میں ہوں کہ ان کا دیکھنا عام اخلاقی تقاضوں کے منافی ہو۔

اجازت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرے۔ احادیث میں آتا ہے ایک مرتبہ حضور حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو حضورؐ نے السلام علیکم کہا۔ سعدؓ نے بہت آہستگی سے جواب دیا جسے حضورؐ نہ سُن سکے۔ اسی طرح دوسری اور تیسری مرتبہ ہوا تو آپؐ واپس تشریف لے گئے۔ حضرت سعدؓ آپؐ کے پیچھے پیچھے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے عمداً آہستہ جواب دیا تھا تاکہ بار بار آپ السلام علیکم کہیں (کیونکہ یہ بھی ایک دعا ہے) اس پر حضورؐ واپس تشریف لائے اور ان کے لئے بہت دعا فرمائی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا عشق آپؐ سے کس قسم کا تھا۔ محبت بھی کمال درجہ کی ہے اور سادگی بھی کمال درجہ کی ہے۔ تین مرتبہ آواز دینے کا یہ مطلب ہے کہ اہلِ خانہ کو اطلاع ہو جائے۔

پھر حضورؐ کا یہ بھی طریق تھا کہ دروازے کے عین سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوتے تاکہ اندر نظر نہ پڑے۔ مگر افسوس ہے کہ آج ہم ان اعلیٰ اخلاق کو بالکل فراموش کر چکے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب کسی کے ہاں جانا ہو تو نہ پہلے سے کوئی اطلاع دی جاتی ہے اور پھر بے دھڑک اور بے پوچھے گھر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے مقابل پر مغربی قوموں کا یہ حال ہے کہ اُن کے ہاں یہ اخلاق و آداب پوری شدت کے ساتھ برتے جاتے ہیں اور بے تکلف سے بے تکلف دوست کے ہاں بھی بغیر اطلاع اور بے اجازت نہیں داخل ہوتے۔

(محمد شفیق قیصر)

○

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں۔ بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیلِ اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں۔ یہ ایک امرِ واقعی ہے کہ وہ شہ زور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہلا سکے۔ نہیں! نہیں!! اصل بہادر وہی ہے جو تبدیلِ اخلاق پر مقدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیلِ اخلاق پر صرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے۔!"

(ملفوظات جلد اوّل ۱۳۴)

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اے حُبِّ جاہ والو!

اے حُبِّ جاہ والو! یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

دیکھو تو جا کے اُن کے مقابر کو اِک نظر
سوچو کہ اب سَلَف ہیں تمہارے گئے کدھر

اِک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اِک دن یہ صبحِ زندگی کی تم پہ شام ہے

اِک دن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائیں گے
پھر دفن کرکے گھر میں تاسُّف سے آئیں گے

اے لوگو عیشِ دنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تم کو مرگ و خیالِ فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے
کس نے بُلا لیا وہ سبھی کیوں گزر گئے

وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے
خوش مت رہو کہ کُوچ کی نوبت قریب ہے

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دُنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

افسوسناک وفات

افسوس ہے کہ اس ماہ کی یکم تاریخ ہمارے رفیق چوہدری محمد اعظم مہتمم اشاعت وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کئی سال تک مہتمم تحریک جدید اور وقف جدید کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اور گزشتہ سال مہتمم اشاعت مقرر ہوئے تھے۔

گزشتہ سال موسم گرما میں بعض مجالس کے دورہ پر گئے ہوئے تھے اس سفر میں مرض کا حملہ ہوا۔ فوری طور پر آپ کو سرگودھا ہسپتال پہنچایا گیا اور جلد ہی صحتیاب ہو کر واپس تشریف لے آئے اور آتے ہی اپنے فرائض کو بڑی محنت اور اخلاص سے سرانجام دیتے رہے۔

جلسہ سالانہ کے بعد مرض کا ایک اور حملہ ہوا۔ علاج کی غرض سے لاہور لے جایا گیا۔ تقریباً ایک ماہ تک علاج جاری رہا۔ وفات سے دو تین روز قبل ربوہ تشریف لے آئے تھے آخر یکم فروری کو صبح ساڑھے چار بجے انتقال فرمایا۔

مرحوم نے ۱۹۳۵ء میں میٹرک کا امتحان تعلیم الاسلام ہائی سکول سے پاس کیا۔ بعد ازاں تعلیم الاسلام کالج سے بی۔ ایس سی تک تعلیم حاصل کی اور ایم۔ ایڈ کی ٹریننگ حاصل کر کے اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ ابتداءً تعلیم الاسلام سکول گھٹیالیاں اور بعد ازاں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور تا وفات اسی ادارے سے منسلک تھے۔ اس دوران کچھ عرصہ کے لئے آپ احمدیہ ہوسٹل لاہور میں بطور سپرنٹنڈنٹ بھی کام کرتے رہے۔

مرحوم بہت ہی مخلص، محنتی اور بے نفس انسان تھے۔ خدمتِ دین کا جذبہ بہت تھا۔ شاگردوں کے لئے انتہائی شفیق استاد تھے۔

ان کی تمام زندگی عمل اور جدوجہد کی تصویر پیش کرتی ہے۔ اخلاص، محنت اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جذبہ موصوف میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حقیقت میں مرحوم کی زندگی تمام خدام کے لئے ایک نمونہ تھی۔

ادارۂ خالد اس افسوسناک حادثہ پر مرحوم کے اعزا اور صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، ممبران سٹاف تعلیم الاسلام ہائی سکول اور ان کے شاگردوں سے دلی رنج و الم کا اظہار کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

(ادارہ)

تبرکاتِ محمودؓ

اپنے بھائی کی تحقیر نہ کرو!

(از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اپنے بھائی، اپنے دست و بازو بھائی، اپنے دُکھ سُکھ کے شریک بھائی کی تذلیل و تحقیر اور پھر وہ بھی عین مجلس میں علیٰ اعین الناس۔ کچھ شک نہیں کہ ایک حرکتِ ناشائستہ اور فعلِ ناشائستہ ہے۔ کیا بھائی اس لئے بنائے جاتے ہیں۔ کیا اخوت کا مقصد یہ ہے کہ جو کام دشمن نے کرنا ہے وہ دوست کرے۔ جس امرِ شنیع کی روک وتھام جس پر فرض ہے اس امر کا مرتکب بذاتہٖ ہو۔ ہرگز نہیں۔ مگر کیا کہئے ان فرعون بے سامان اصحاب استکبار کے خدا جانے ان کا دماغ جراثیمِ خبیثۂ کبر کا مکین کیوں ہے کہ جس پر جنود مجندہ سعادت ہزار نفرین کرتے ہیں۔ مجلس میں بیٹھے ہیں۔ ایک دہریہ سے ایک مسئلہ رسالت کے منکر سے۔ راستبازوں کو مفتری کہنے والے سے۔ ایک یوم الآخر کے کافر سے۔ ایک بدچلن فاسق فاجر سے۔ ایک ائمہ عظام کی ہتک کرنے والے سے۔ ایک امن کے دشمن اسلام کے عدو سے۔ تو بصد لطف و ملائمت پیش آئیں گے اور انہیں مولفۃ القلوب کی مدّ میں رکھ لیں گے مگر اپنے بھائی کو بے نقط سنائیں گے اور نہیں جانتے کہ اس اثم کبیرہ کا ارتکاب انہیں جہنم کی کونسی تہ میں پہنچانے والا ہے۔

سرورِ کائنات فخرِ موجوداتؐ کہ ہماری جانیں قربان ہیں اس ہادیٔ راہِ ہدیٰ پر، کو ارشاد ہوتا ہے واخفض جناحک للمؤمنین۔ اپنا بازو مومنوں کے لئے جھکا دے اور ان سے تواضع پیش آ۔ اور وہ پاکوں کا سردار، احمد مختارؐ اس حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ مگر یہ بدنام کنندۂ انسانیت ہیں کہ کسی کو خیال میں نہیں لاتے۔ ان کا بھائی ان کے سامنے آتا ہے تو اس سے السلام علیکم سننے کے روادار نہیں۔ ہاتھ ملانا دشوار ہے اور اُسے عزت کے ساتھ بٹھانا تو محال عقلی ہے۔ چند ٹکوں پر اس قدر تکبر۔ اس فنا ہو جانے والے مال پر اتنا تبختر۔ حالانکہ ذرا سوچیں اور کچھ بھی غور کریں تو ان پر یہ حقیقت کھل جائے کہ مسلمان ہونا ایک ایسی عزت ہے کہ اس کی برابری ہفت کشور کی شہنشاہی نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ اپنی آخری کتاب میں اعلان فرماتا ہے وللّٰہ العزۃ و لرسولہ وللمؤمنین ولٰکن المنافقین لا یعلمون۔ پس ایک مسلم دوسرے مسلم کے پاس آتا ہے تو اس کی توقیر و تحریم تعظیم و تکریم دوسرے مسلم پر واجب ہے۔ رسول کریمؐ کا بھی یہی ارشاد ہے کہ المومن

مراٰۃ المومن جس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن اپنے دوسرے بھائی کو آئینہ سمجھے اور اس میں اپنا آپ دیکھے۔ اپنے عیب و صواب کا مطالعہ کرے۔ یہ نہیں کہ ہر محفل میں اس پر نکتہ چینی شروع کر دے اور یوں اپنے تقدس و تطہر کا سکہ جمانا چاہے کہ لاکھ صد ہزار نفرین بھیجتے ہیں اس حرکتِ شنیعہ و فعلِ قبیحہ پر۔ تم اگر اپنے بھائی پر کوئی حملہ کرتے ہو تو یاد رکھو کہ اس کے پہلے مخاطب تم ہو اور یہ حملہ در اصل تمہاری اپنی ہی جان پر ہے کہ وہ تمہارا بھائی ہونے کی حیثیت سے تمہاری قوم کا ایک جزو ہے۔ پس چاہیئے کہ اکرموا اخاکم کا فرمان واجب الاذعان ہر وقت تمہیں مدنظر رہے۔ تمہاری بات بات میں اپنے بھائی کا احترام و اکرام ٹپکے اور دنیا کے فرزند یہ یقین کر لیں کہ یہ مسلمان اعضاء بدیگر ہیں۔ ایک عضو پر چوٹ آتی ہے تو دوسرے کے اعضاء کو بھی قرار نہیں رہتا۔ پس ان میں سے ایک کی تذلیل یا تحقیر تمام قوم کی تذلیل و تحقیر ہے۔

میری اس تحریر سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہے، ہرگز نہیں۔ جب تم اپنے بھائی میں کوئی نقص پاؤ تو نہایت ادب سے، نہایت اخلاص سے، نہایت محبت سے، نہایت پیار سے لتھڑے دلچسپ و دلآویز رنگ میں اسے علیحدگی میں سمجھاؤ۔ اسکے لئے دعا کرو۔ راتوں کو اس کے لئے اٹھ اٹھ کر حضور ربِ غفور میں گڑگڑا کر دعائیں مانگو کہ الٰہی میرے بھائی پیارے بھائی کی اصلاح کر دے۔ اسے نیکی کی توفیق دے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ سرِ محفل اس کا نام لے کر اس کو ٹوکو۔ یا ایسے الفاظ میں بات کرو کہ حاضرین اسے اس کا مورد سمجھیں۔ ایسا ہی جب تم کسی سے اہم دینی یا دنیاوی امر میں بات کرنے لگو تو ضرور ہے کہ ایک تم میں سے تمہارا امیر ہو۔ پس وہی سب کی طرف سے بات کرے۔ یہ نہیں کہ سب یکدم بول اٹھیں۔ اور پھر بجائے اس کے کہ خصم پر حجت قائم کرو یا اسے سمجھاؤ آپس میں ہی لڑنے لگ جاؤ۔ یہ بہت برا مرض ہے۔ جہاں تک جلد ممکن ہو اسکے دفعیہ کی تدابیر کرو۔ اسلام نے امیر کا مسئلہ ایسا رکھا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے کوئی بھی مشکل پیش نہیں آتی اور اس کے خلاف کرنے سے ہزاروں مشکلات پیش آ جاتی ہیں۔ ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ چند بھائی کہیں جا رہے ہیں کسی مخالف سے کوئی گفتگو پیش آ گئی اب ہر ایک اس کو اپنے رنگ میں جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور چونکہ ہر ایک کا مذاق جدا ہے اس لئے آپس میں ہی اختلاف پڑ جاتا ہے اور خصم سے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ ایسی صورتوں میں لازم ہے کہ پہلے اپنی طرف سے ایک ہوشیار آدمی کو مقرر کر دو اور اس کی بات میں کوئی بات نہ کرو نہ اسے جھٹلاؤ۔ نہ اسے بے وقوف و احمق بناؤ کہ ایسا کرنے سے تمہاری دانشمندی پر حرف آئے گا۔ جو قوم مامور من اللہ کی قوم کہلاتی ہے اس کی ایک ایک حرکت پر لوگوں کا دھیان ہوتا ہے۔ پس تم سنبھل جاؤ اور اپنے تئیں عرضۂ سہامِ ملام نہ بناؤ۔ تم آپس میں ایسا اتحاد و اتفاق رکھو کہ اعداء پر اس کا خاص رعب ہو۔ صحابہ کرامؓ نے اس گر کو خوب پا لیا تھا، اس لئے وہ ہر میدان میں مظفر و منصور ہوئے۔ حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں کچھ مناقشات تھے مگر

جب ایک غیر مسلم سے مقابلہ پیش آنے کی خبر سُنی تو ایک نے دوسرے کی فوج کا سپاہی بن کر کام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بعد تعظیم و تکریم پیش آؤ کہ غیر بھی تمہاری عزت کریں۔ اگر تم اپنے بھائی کو بے وقوف کہو گے تو پھر اغیار جو کچھ بھی اسے کہیں تھوڑا ہے۔ تمہاری قوتِ غضبی تمہارے بھائی کے لئے نہیں بلکہ وہ تو شیطان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے ہے۔ نقار رکھنا ہے تو کفر سے رکھو نہ کہ ایمان سے۔ بغض ہے تو اس کا محل فسق ہے نہ کہ تقویٰ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چاہتے ہو تو اپنے اندر وہ باتیں پیدا کرو جو والذین معہ کی شان میں آئی ہیں۔ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم۔ کفار کے مقابلہ میں مضبوط ہو جاؤ مگر آپس میں رحیم کریم رہو۔

احمد قادیانی کے مرید بنتے ہو تو اس کی تعلیم پر چلو۔ اور پڑھو وہ کشتی نوح میں کیا فرماتا ہے۔ وہ تو سچا ہونے کی صورت میں بھی جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پس ہے کوئی تم میں سے سعید روح ہے کوئی تم میں سے پاک فطرت جو میرے اس قول پر دل سے نکلے ہوئے کلمہ پر لبیک کہے اور آئندہ کے لئے عہد کرے کہ میں اپنے بھائی کی کبھی تحقیر نہیں کروں گا۔ نہ زبان سے نہ عمل سے۔ ہمیشہ اس کا اکرام ایسا ہی مدنظر رہے گا جیسا میں اپنے لئے چاہتا ہوں کہ لوگ میرا اکرام کریں۔ سرِ محفل مجھے ذلیل نہ کریں۔ کیونکہ رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے لا یؤمن احدکم حتّٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ کوئی تم میں سے مومن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ کوئی نہیں چاہتا کہ میری بات کوئی ٹوکے یا عام مجلس میں کوئی ذلیل کرے یا مجھے حقیر سمجھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند کرو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ کیا ایسا کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے ایمان میں کوئی نہ کوئی نقص ہے جو ایک مومن کے لئے قابلِ افسوس بات ہے۔ پس ہوشیار ہو جاؤ اور اپنا طرزِ عمل بالکل صحابہ کرامؓ کا سا بنا لو۔ وہ ایک دوسرے کی بہت عزت کرتے تھے۔ باوجود بہت سی بے تکلفی کے حفظِ وقار کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنے دوست یا اپنے دینی بھائی کو سخت سُست کہہ جاتے ہیں یا بُرے لقب سے ملقب کر لیتے ہیں لیکن جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں یہ معمولی بات ہے یہ میرا دوست ہے۔ میں پوچھتا ہوں کیا دوستی اور اخوت اس لئے ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے سے دوسرے کی تحقیر کی جائے یا اس لئے کہ دوسرے کی تکریم ہو۔ حفظِ مراتب کو کبھی نہ چھوڑو۔ خدا توفیق دے۔

شعارِ اسلامی (ڈاڑھی) کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

فرمایا:۔

"....... مَیں دیکھتا ہوں کہ نوجوانوں کے چہروں سے داڑھیاں غائب ہوتی جارہی ہیں۔ وہ دن بدن ان کو چھوٹا کرتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ہم نے خشخشی کی اجازت تو اُن لوگوں کو دی ہے جو کہ اُسترا پھیرتے تھے۔ انہیں کہا گیا تھا کہ تم استرا نہ پھیرو اور چھوٹی چھوٹی خشخشی ڈاڑھی ہی رکھ لو۔ لیکن یہ جواز جو اُسترا والوں کیلئے تھا۔ اِس پر دوسرے لوگوں نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور جن کی بڑی ڈاڑھیاں تھیں اُن میں سے بھی بعض نے اِس جواز سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے خشخشی کر لیں حالانکہ جواز تو کمزوروں کے لئے ہوتا ہے۔ ہمارا مطلب تو یہ تھا جب اُسترا پھیرنے والے خشخشی ڈاڑھیاں رکھ لیں گے تو پھر ہم اُن کو کہیں گے کہ اب اور ذرا بڑھاؤ اور آہستہ آہستہ وہ بڑی ڈاڑھیاں رکھنے کے عادی ہو جائیں گے۔ لیکن اِس جواز کا اُلٹا مطلب لیتے ہوئے بعض لوگوں نے بجائے ڈاڑھیاں بڑھانے کے خشخشی کر لیں .... پس مَیں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دونوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے حلقہ میں ڈاڑھی کے متعلق خوب پراپیگنڈہ کریں۔ خدام نوجوانوں کو سمجھائیں اور انصار اللہ بڑوں کو سمجھائیں۔ اور یہ کوشش کی جائے کہ جو شخص ڈاڑھی منڈواتا ہے وہ خشخشی ڈاڑھی رکھے۔ اور جو خشخشی رکھتا ہے وہ ایک انچ یا آدھ انچ بڑھائے۔ اور پھر ترقی کرتے کرتے سب کی ڈاڑھی حقیقی ڈاڑھی ہو جائے۔

اسلام کے تمام احکام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ اور ہر حکم میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ کوئی ایک حکم بھی بغیر مصلحت کے نہیں۔ ڈاڑھی رکھنے میں بھی

کئی حکمتیں اور کئی مصالح ہیں۔ یہ جسمانی صحت کے لئے مفید ہے اور جماعتی تنظیم کیلئے بھی بہت فائدہ مند ہے .... اسی طرح اگر ہماری جماعت میں بھی اسلامی شعار کو قائم رکھنے کا احساس ہو جائے اور وہ سختی سے اس پر پابند ہو جائے تو یقیناً اس کا بھی لوگوں کے دلوں میں رُعب قائم ہو جائے گا اور لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں گے کہ یہ لوگ اپنی بات کے پکے ہیں اور کسی کی رائے کی پرواہ نہیں کرتے۔ جب یہ لوگ ڈاڑھی کے معاملہ میں اس قدر سختی سے پابند ہیں تو باقی اسلامی احکام کے وہ کیوں پابند نہ ہوں گے۔ اگر ہم نے ان کی کسی دینی بات میں دخل اندازی کی تو یہ لوگ مر جائیں گے لیکن اپنی بات کو پورا کر کے چھوڑیں گے۔ اس کے مقابل میں اگر لوگ یہ دیکھیں کہ تم لوگوں کی باتوں سے ڈر کر اور لوگوں کی ہنسی سے ڈر کر ڈاڑھی منڈوا لیتے ہو یا چھوٹی کروا لیتے ہو تو وہ خیال کریں گے کہ جو لوگ دُنیا کی باتوں سے ڈر جاتے ہیں وہ گورنمنٹ کے قانون اور پولیس کے ڈنڈے سے کیوں مرعوب نہ ہوں گے ...... پس تمہارا ڈاڑھیوں کے معاملہ میں کمزوری دکھانا جماعت کے رُعب اور اثر کو بڑھانے کا موجب نہیں۔ بلکہ رعب اور اثر کو گھٹانے کا موجب ہے ...... اگر تم ڈاڑھیاں رکھو گے تو دنیا میں اسلام کا رعب قائم ہونا شروع ہو جائے گا اور لوگ خیال کریں گے کہ اِس دہریت کی زندگی میں، اِس فلسفیانہ فضا میں، اِس عیاشی اور نزاکت کی حد میں جبکہ دنیا ڈاڑھیوں سے ہنسی اور ٹھٹھا کر رہی ہے یہ لوگ اسلام کے اِس حکم پر عمل کرتے ہیں اور کسی کی رائے کا خیال نہیں کرتے۔ واقعی ان کے دلوں میں اسلام کا درد ہے اور یہ لوگ وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔"

(الفضل ۲۱ر فروری ۱۹۴۷ء)

تمام قائدین اس ارشاد کو بار بار خدام کے سامنے لائیں۔ انہیں ڈاڑھی رکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ نیز رپورٹ کریں کہ کتنے خدام نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضورؓ کے اِس اہم ارشاد پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

والسلام

خاکسار

مہتمم تربیت خدام الاحمدیہ مرکزیہ

سات اور آٹھ نومبر کی درمیانی رات میں کبھی نہ بھلا سکوں گا!

سات اور آٹھ نومبر کی درمیانی رات میں کبھی نہ بھلا سکوں گا۔!

وہ رات جب دکھ اور درد، رنج اور الم کا ایک ایسا سیل بے پناہ آیا جس کے سامنے صبر کے بند ٹھہر نہ سکے، ضبط کی طنابیں ٹوٹ گئیں، عشق کے خیمے اکھڑ گئے، راحتوں کے محل زمین بوس ہوئے۔

جب چاند غروب ہو گیا، ستاروں نے اپنی آنکھیں موندلیں، روشنیاں ماند پڑ گئیں، چراغ بجھ گئے، تاریکی چار سو چھا گئی، تیرگی اور گہری ہو گئی۔

وہ رات جب نبض ہستی تپش آمادہ ہوئی، رگوں میں آگ کے شعلے لپکے۔ دل راکھ کا ڈھیر ہوئے، آنکھوں کے سوتے ابل پڑے، لبوں پر مُہر لگ گئی، زبان کو بولنے کا یارا نہ رہا، لڑکھڑائے قدم اٹھنے سے انکاری ہو گئے، جسم خستہ و جان درماندہ ہوئی، عشق کو حسن کا آسرا نہ رہا۔ دید کی خواہش تو رہی امید ختم ہو گئی۔ رخ محبوب کو دیکھنے کا شوق تو رہا وہ ولولہ نہ رہا۔ جب انتظار کی آرزو تو رہی، حوصلہ نہ رہا۔ دل حیران تھے وہ کیوں دھڑک رہے ہیں، آنکھوں نے خود سے پوچھا اب کس کے دیدار کے لئے بے تاب ہو!

سات اور آٹھ نومبر کی درمیانی رات میرے لوح دل پر نقش رہے گی۔!

وہ رات جب انبیائے صادقین کا فخر، سید ولد آدمؐ کے ظل کا بیٹا، مسیح پاک علیہ السلام کا فرزند، محبوبِ الٰہی کے یارِ قدیم کا نقش ثانی، خدائے قادر و قیوم کے پہلوان کا پسر موعود، بارگاہ احدیت کا صدر نشین، ابنائے فارس کا درخشندہ ترین انجم، خدائے قدوس و لایزال کے مرسلین کی بشارت، کنواریوں کا دولہا، رحمت اور قدرت اور قربت کا نشان، فضل اور احسان کی علامت، فتح اور ظفر کی کلید، صاحب شکوہ و عظمت، قوموں کو برکت دینے والا، علوم ظاہری و باطنی کا عالم، کلام الٰہی کا بے نظیر شارح، رضائے الٰہی کے عطر سے ممسوح عیسیٰ نفس جس کا آنا خدا کا آنا تھا، وہ حسن و احسان میں محبوب الٰہی کے عاشق زار کا نظیر و پرتو، مجبوروں کی امید، بے کسوں کی آماجگاہ، لاچاروں اور کمزوروں کی پناہ گاہ، وہ دل کا حلیم، غریبوں کا ملجا، یتیموں کا ماویٰ، اسیروں کا رستگار ہم سے رخصت ہوا۔!

سات اور آٹھ نومبر کی درمیانی رات مجھے کبھی نہ بھولے گی۔!

وہ رات جب میرا مطاع، میرا آقا، میرا سردار، میرا محبوب اپنے لاکھوں عاشقوں اور لاتعداد خادموں کو غم سے پامال اور درد سے نڈھال روتا، بلکتا اور سسکتا چھوڑ کر محبوبِ ازلی و یارِ قدیم کے وصال کی امنگ دل میں لئے دیوانہ و پروانہ وار کوئے یار کی طرف چلا گیا۔

سات اور آٹھ نومبر کی رات میں کیسے بھلا سکتا ہوں۔!

وہ رات جب لاکھوں بندگانِ عشق کے جی کا آرام یکبار گی چھن گیا۔

وہ رات جب ہزاروں آوارگانِ دشتِ محبت کے ناز اُٹھانے والا، اُن کی غلطیوں سے چشم پوشی کرنیوالا، ان کی کمزوریوں سے درگزر کرنے والا، ان کے نقائص کی اصلاح کرنے والا، سختی کے وقت میں انہیں تسلی دینے والا، اعداء کے مقابل پر ان کی سپر، آنکھ کی پتلی کی مانند ان کی حفاظت کرنے والا، اپنی شفقت کے پروں کے نیچے ان کو چھپانے والا، راہِ محبت میں ان کا راہ نما اور جادۂ عشق میں ان کی منزلِ مقصود، اِن بیمارانِ محبت کو ہجر کے وسیع دشت میں اور فراق کے لق و دق صحرا میں حیران و سرگرداں چھوڑ کر ان سے رخصت ہو گیا۔!

سات اور آٹھ نومبر کی درمیانی رات وہ رات ہے جب میرے حضورؓ مجھ سے رخصت ہوئے، وہ رات جب دمِ رخصت یہ بھی حوصلہ نہ ہوا کہ پوچھ لیں اب ہم "حضور" کسے کہیں گے، ہمارے آقا اور سردار کون ہوں گے۔!

سات اور آٹھ نومبر کی درمیانی رات کی یاد ہمیشہ میرے دل میں محفوظ رہے گی!

وہ رات جب حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا +

"آرزو"

(مبشر احمد طاہر قائد مجلس خدام الاحمدیہ پسرور)

لبوں پر مصطفیٰؐ کا نام آئے
مجھے جب موت کا پیغام آئے

میں ہر ذی رُوح کے یارب کام آؤں
کوئی آئے نہ میرے کام آئے

مئے عرفاں کا یارب میرے حصّے
کبھی تو اِک چھلکتا جام آئے

یہی ہے آرزو طاہر کی یارب
مری یہ جان تیرے کام آئے

وہ کون ہے جو گلستاں میں سوگوار نہیں

(جناب مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سنگاپور)

ملی ہے ربوہ سے یہ خبر جانکاہ یہاں
کہ چل بسا ہے جہاں سے وہ رحمتوں کا نشاں
ہمیشہ کام رہا جس کا خدمتِ انساں
اٹھا رکھا تھا جماعت کا جس نے بارِ گراں
کسے خبر تھی ہے نزدیک رحلتِ حضرت
کسے خیال تھا ہو جائیں گے وہ یوں رخصت

وہ جس کے سر پہ سدا ظلِّ کردگار رہا
جو روز و شب غمِ ملت میں بے قرار رہا
ہر اک کا محسن و ہمدرد و غمگسار رہا
الم نصیب اسیروں کا رستگار رہا
وہ نور و رحمتِ رحماں بھی پا گیا رحلت
خدا ہی جانے کہ مضمر ہے اس میں کیا حکمت

رہا جو برسرِ پیکار کفر سے ہر دم
کیا بلند جہاں میں محمدی پرچم
صلائے عام رہے جس کے فیض و حلم و کرم
کیا نظامِ خلافت کو جس نے مستحکم
وہ ظلِّ شاہد و مشہود ہو گیا رخصت
مسیحِ پاک کا محمودؓ ہو گیا رخصت

جلائیں شمعیں ہدایت کی کو بکو جس نے
بنائیں مسجدیں دنیا میں چار سو جس نے
بڑھائی دینِ محمد کی آبرو جس نے
بسائی قومِ مسیحا کنارِ جو جس نے

وہ رہبرِ رہِ حق آہ ہو گیا رخصت
نہ جانے مولیٰ کی مضمر ہے اس میں کیا حکمت

حضورِ والا کی برکات کون بھولے گا — وہ مہر و لطف و عنایات کون بھولے گا
وہ گاہے گاہے ملاقات کون بھولے گا — وہ سب سے عدل و مساوات کون بھولے گا

غرض گوارا نہیں ہے حضورؓ کی فرقت
مگر خدا سے گلہ کی بھلا کسے جرأت

چمن میں گُل تو ہیں لیکن وہ گلعذار نہیں — بہار بھی ہے پہ وہ رونقِ بہار نہیں
نشیمنوں میں عنادل کو بھی قرار نہیں — وہ کون ہے جو گلستاں میں سوگوار نہیں

کہ سوئے خلدِ بریں باغباں ہوا رخصت
بہار و رونقِ بزمِ جہاں ہوا رخصت

خود اپنے خوں سے جو گلشن تھا آپ نے سینچا — کبھی نہ وقت خزاؤں کا جس پہ آنے دیا
جسے تھا آپ کے عزم و عمل کا پانی ملا — ہمیشہ آپ کی خوشبو سے جو مہکتا رہا

بنا سجا کے اُسے آپ ہو گئے رخصت
ابھی ٹھہرتے تھی اتنی بھی کونسی عجلت

یہ کاروانِ مسیحؑ تو چلتا جائے گا — قدم بفضلِ خدا اب نہ ڈگمگائے گا
خیال آپ کا لیکن سدا رُلائے گا — اور عہدِ مصلح موعود یاد آئے گا

اگرچہ دل پہ ہے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا
مگر ہے مرضیٔ مولیٰ بھی از ہمہ اولیٰ

مکرم لطف الرحمٰن صاحب محمود

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف

(قسط سوم)

۳۷۔ تقدیر الٰہی

جلسہ سالانہ ۱۹۱۹ء کے موقع پر حضور پُر نور رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر ارشاد فرمائی۔ اس میں تقدیر کے لاینحل عقدہ کے تمام پہلوؤں پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے اور اس دقیق مسئلہ کی تمام گرہیں کھول کر قابلِ فہم بنا دیا گیا ہے۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ نے نومبر ۱۹۵۵ء میں بھی اسے دوسری مرتبہ شائع کیا۔ ۲۰×۳۰/۱۶ سائز کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۸ تا ۴۰۔ (۱) ترکِ موالات اور احکامِ اسلام (۲) معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ۔ (۳) ٹرکی کا مستقبل۔

سنہ ۱۹۱۹ء اور سنہ ۱۹۲۰ء ہندوستان میں سیاسی طور پر بڑے ہیجان کے سال تھے۔ جلیانوالہ باغ امرتسر کا واقعہ اسی سال ہوا تھا اور اسی وقت حکومت برطانیہ نے رولٹ ایکٹ کے نفاذ کی تجویز کی تھی۔ مارشل لاء لگا ہوا تھا مسلمان اس لئے جوش میں آئے ہوئے تھے کہ ٹرکی سے حکومت نے اچھا سلوک نہیں کیا۔ ہندوستان میں عدمِ تعاون کی تحریک زوروں پر تھی، اس وقت حضور رضی اللہ عنہ نے "ترکِ موالات اور احکامِ اسلام" لکھ کر بہت بڑا احسان فرمایا۔ نیز اس وقت حضور رضی اللہ عنہ نے "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" تصنیف فرما کر حکومت کو اس کی غلطیوں سے آگاہ کیا اور ترکوں کے متعلق "ٹرکی کا مستقبل" تصنیف فرمائی اور راعی اور رعایا کو الگ الگ مشورے دے کر اُن کو اُن کی غلطیوں سے آگاہ کر کے ملک پر بہت بڑا احسان فرمایا۔

۴۱۔ صداقتِ احمدیت

یہ تقریر حضور رضی اللہ عنہ نے سوداگران چرم کی درخواست پر لاہور کے غیر احمدی اصحاب کے لئے ۱۹ر جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو فرمائی۔ اس تقریر میں حضور رضی اللہ عنہ نے صداقتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور فضیلتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ وفاتِ مسیح علیہ السلام اور عقیدہ حیاتِ مسیح ؑ کے پس منظر، آغاز اور ارتقاء پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ نبوت کی حقیقت اور امکانِ نبوت کے مسائل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان

نے شائع کی۔ ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۲۔ ملائکۃ اللہ

سائز ۲۰×۲۶/۸
سن اشاعت ۱۹۲۱ء

یہ کتاب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دو تقاریر کا مجموعہ ہے جو حضور رض نے ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۲۰ء کو جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ پر فرمائیں۔ اس کتاب کو مضامین کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ جو ص۱ سے ص۸۶ تک ہے تزکیہ نفس سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا حصہ ملائکۃ اللہ کی حقیقت پر مشتمل ہے۔ ملائکہ پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے لیکن ملائکہ کے غیب میں داخل ہونے کی وجہ سے یہ مسئلہ بہت تشریح و تفہیم کا محتاج ہے۔ ملائکہ کی حقیقت جس رنگ میں قرآن کریم نے بیان کی ہے اور کسی آسمانی صحیفہ میں بیان نہیں ہوئی۔ حضرت امیر المومنین رض نے قرآن کریم کی ملائکہ کے متعلق تعلیم کو یکجا طور پر بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دیگر مذاہب کا ملائکہ کے متعلق تصور پر بھی پوری پوری روشنی ڈالی ہے تاکہ موازنہ کرنے والوں کو اسلامی تعلیم اور دیگر مذاہب کی تعلیم کا موازنہ کرنے میں آسانی ہو۔

۴۳۔ تحفہ شہزادہ ویلز

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۴۹۔ سن اشاعت فروری ۱۹۲۲ء۔

پرنس آف ویلز کی ہندوستان آمد کے موقعہ پر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تبلیغی مضمون تحریر فرمایا۔ جس میں اسلام کی حقانیت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور احمدیت کی حقیقت کو واضح فرمایا۔ اس رسالہ میں خصوصیت کے ساتھ بائیبل سے بھی استدلال فرمایا۔ اس کتاب کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی اور خدا کے فضل سے ہر طبقہ میں مقبول ہوئی۔ ایک جرمن پروفیسر اس کتاب سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے کہا افسوس کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اگر میں جوان ہوتا تو اپنی ساری عمر اس کتاب کی اشاعت میں لگا دیتا۔

عیسائیوں میں تبلیغ کے لئے انتہائی نفیس کتاب ہے۔!

حضور رض نے اس کتاب میں پرنس آف ویلز کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"ہم یقین رکھتے ہیں کہ اسلام کی برکات ہمیشہ کے لئے جاری ہیں اور ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر اب بھی مسیحی دنیا اسلام اور مسیحیت کا اثر دیکھنے کے لئے تیار ہو تو اللہ تعالیٰ اچھے درخت میں اچھے پھل لگا کر دکھا دیگا۔۔

۔۔۔۔۔ آپ اپنے رسوخ سے کام لے کر پادریوں کو تیار کریں جو اپنے

مذہب کی سچائی کے اظہار کے لئے
بعض مشکل امور کے لئے دعا مانگیں
اور بعض ویسے ہی مشکل امور
کے لئے جماعت احمدیہ بھی اللہ تعالیٰ
کے حضور التجا کرے۔ مثلاً سخت
مریضوں کی شفا کے لئے جن کو
بذریعہ قرعہ اندازی آپس میں تقسیم
کر لیا جائے۔ پھر آپ دیکھیں
کہ اللہ تعالیٰ کس کی سنتا ہے؟
اور کس کے منہ پر دروازہ بند
کر دیتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ
کر سکیں اور ہرگز نہ کریں گے۔
کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے
ہیں کہ خدا کی برکتیں ان سے چھین
لی گئی ہیں۔ تو پھر اے شہزادہ
آپ سمجھ لیں کہ خدا نے مسیحیت
کو چھوڑ دیا ہے اور اسلام
کے ساتھ اپنی برکتیں وابستہ
کر دی ہیں۔"

{تحفہ شہزادہ ویلز اردو
(صفحہ ۱۴۲، صفحہ ۱۴۳)۔}

---

۴۴ - نجات

۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے جو ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی۔

یہ کتاب حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُن دو تقاریر کا مجموعہ ہے جو حضور رضی نے ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کو جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ارشاد فرمائیں۔

یہ کتاب دو حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ حصہ اول جو ۱ تا ۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں جماعت کو قیمتی نصائح سے نوازا گیا ہے۔ اور دوسرا حصہ نجات کی تعریف، حقیقت، اقسام، ذرائع حصولِ نجات اور نفسِ نجات یافتہ کی علامات و آیات پر مشتمل ہے۔ یہ مضمون اس دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں نجات کے حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے اور اس کتاب میں مندرجہ ہدایات پر عمل کر کے انسان نہ صرف عذاب سے نجات کی راہ حاصل کر لیتا ہے بلکہ فلاح کو بھی حاصل کر سکتا ہے۔

بقایا دارانِ خالد کے لئے!

ماہنامہ خالد کے وہ خریداران جن کے ذمہ خالد کا چندہ بقایا ہے۔ براہِ کرم جلد ادائیگی فرما کر ادارہ سے تعاون کا ثبوت دیں ــــ !

مینجر ماہنامہ خالد ربوہ)

سیرالیون میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی اور اس کے نتائج

(مکرم مولوی محمد صدیق صاحب سابق مبلغ سیرالیون)

(۱)

اسلام اپنی ابتداء سے ہی ایک تبلیغی مذہب ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ۔

(مائدہ رکوع ۱۰)

"اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کلام تجھ پر اُتارا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو تُو نے اس کے دیئے ہوئے پیغام کو نہ پہنچایا اور اس طرح حقِ رسالت ادا نہ کیا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اسی ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں گذری۔ تبلیغِ اسلام ہی حضورؐ کی زندگی کا خاصہ تھا۔ آپؐ الٰہی پیغام کو مخلوقِ خدا تک پہنچانے میں ہمہ تن مشغول رہے اور ان کو ہر قسم کی ظاہری اور باطنی آلائشوں سے پاک کر کے خدائے واحد کا پرستار بنا دیا اور اپنے قول اور عمل سے ایک ایسا روحانی و اخلاقی انقلاب برپا کر دیا کہ جس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

تبلیغِ اسلام اور دعوت الی الخیر کا کام اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول تک ہی محدود نہیں کیا تھا بلکہ تمام اُمتِ مسلمہ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

(آل عمران رکوع ۱۲)

"تم سب سے بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے

ہو اور بدی سے روکتے ہو۔"

گویا اس اُمت کی فضیلت کا باعث اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کو ہی قرار دیا۔ تبلیغ چونکہ ایک اہم فریضہ ہے اور اس کے بغیر اُمتِ مسلمہ کا زندہ رہنا اور دنیا میں ترقیات کی منازل طے کرنا مشکل تھا لہٰذا خدا تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا کہ تم میں ایک ایسا گروہ ہمیشہ موجود رہنا چاہیئے جو دنیوی کاموں اور مادی مشغلوں سے اپنے آپ کو الگ کر کے اپنا سارا وقت اور پوری طاقت اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں صرف کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنا فرض قرار دے لے۔ چنانچہ فرمایا:-

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ
يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝

(آل عمران رکوع ۱۱)

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جس کا کام یہ ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

مسلمان جب تک اس ارشاد خداوندی کی تعمیل کرتے رہے اور تبلیغ اسلام جیسے اہم فریضہ کی بجا آوری میں ہمہ تن مشغول رہے وہ دنیا میں ترقی اور عروج حاصل کرتے چلے گئے۔ کیا شمال اور کیا جنوب کیا مشرق اور کیا مغرب ہر سمت اسلام پھیلتا چلا گیا اور بڑی سے بڑی حکومتیں ظاہری ہر قسم کے ساز و سامان کے باوجود اسکے راستے میں حائل نہ ہو سکیں حتیٰ کہ قلبِ یورپ میں بھی اسلام کا طوطی بولنے لگا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ایک جوش تھا کہ کس طرح ظلمت کدۂ عالم کو اسلام کے نور سے منور کر دیں۔ مگر جب مسلمانوں نے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی برتنی شروع کی اور دنیوی شان و شوکت کے دلدادہ بن کر اشاعتِ اسلام کے فریضہ سے غافل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی نصرت اور تائید بند کر دی اور ان کو ذلت اور ادبار کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی ظاہری طاقت بھی سمٹنی شروع ہو گئی اور وہ ممالک جو ہزاروں سالوں سے مسلمانوں کی حکمرانی میں چلے آ رہے تھے عیسائیت کے قبضہ میں چلے گئے اور اسلام پر آخر وہ وقت آ گیا جس کی کیفیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے ؎

بیکسے شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

یعنی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین بے یار و مددگار ہو گیا، کوئی اس کا عزیز اور دوست نہیں، ہر شخص اپنے کام میں مصروف ہے احمدؐ کے دین سے کچھ واسطہ نہیں۔"

مسلمانوں کی یہ حالت مخبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق ہوئی کہ آخری زمانہ میں اسلام پر ایک نہایت ہی نازک دور آئے گا اور مسلمان یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی ذلت کا سامان خود پیدا کرلیں گے مگر آپ نے ساتھ ہی یہ کہہ کر مسلمانوں کو تسلی بھی دی کہ لو کان الایمان معلّقاً بالثریا لنالہ رجلٌ او رجالٌ من ابناء فارس۔ کہ اسلام اگر اس زمانہ میں ثریا یعنی آسمان پر بھی چلا گیا ہوگا تب بھی ابناء فارس میں سے ایک شخص یا چند افراد اسے واپس زمین پر لائیں گے اور اسلام کو ایک بار پھر ان کے ذریعہ سے وہی عظمت اور شوکت نصیب ہوگی جو قرونِ اولیٰ میں اُسے حاصل تھی۔

(۲)

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق عین وقت پر جب کہ اسلام ہر طرف سے دشمنانِ اسلام کے نرغہ میں پھنسا ہوا تھا اور کیا عیسائی اور کیا ہندو اور کیا دوسرے مذاہب سب کے سب اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے اور برملا یہ کہہ رہے تھے کہ اب اسلام صرف چند دن کا مہمان ہے۔ اور عنقریب دنیا سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا یکسر مٹ جائیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کو مامور فرمایا۔

آپ نے آکر خدائی ارشاد کے مطابق اعلان فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس زمانے کا مامور بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور اب اسلام کی نشأۃ ثانیہ میرے ذریعہ ہی مقدر ہے۔ آپ کا یہ اعلان کرنا تھا کہ آپ کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان اُمڈ آیا اور کیا عیسائی اور کیا ہندو یہاں تک کہ مسلمان علماء بھی آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور آپ کی آواز جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی آواز تھی اُسے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر انسان آخر انسان ہے وہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو خود مبعوث فرمایا تھا اور آپ کو یہ جانفزا نوید بھی دی تھی کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" اس نے اس سلسلہ کو خارق عادت ترقی دی اور احمدیت کا یہ پودا جس کی تخم ریزی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی خلافتِ ثانیہ کے زمانہ میں ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا اور اس کے مخالفین بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ :-

"کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے ..... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں

پڑھا ..... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے ..... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں، دنیا کے ہر ملک میں اس نے اپنا جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔"
("ایک خوفناک سازش" از مولانا ظفر علیخاں)

جماعت احمدیہ کی ترقی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائیگا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھیگا اور پھُولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا اور بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ سو اے سُننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔" (تذکرہ ص۵۹۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود خلیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان الفاظ کا ایک ایک حرف بڑی عظمت اور شان کے ساتھ پورا ہوتے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

دنیا نے اس سلسلہ کو نابود کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر خدا تعالیٰ نے تمام روکوں کو درمیان سے دُور کر دیا اور وہ آواز جو قادیان جیسی گمنام بستی سے نکلی تھی، نہ صرف ہند و پاک کے کونے کونے میں پہنچی بلکہ وہ پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی اور سمندروں کو چیرتی ہوئی دنیا کے دُور افتادہ ممالک میں اس شان سے گونجی کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہدایت کی پیاسی روحوں کے لئے آب حیات ثابت ہوئی۔ وہ آواز مشرق میں جہاں انڈونیشیا، سیلون، برما، ملیشیا، جاپان وغیرہ میں گونجی وہاں مغرب میں قلب یورپ کے ممالک مثلاً انگلستان، جرمنی، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، سپین اور ناروے وغیرہ کے علاوہ افریقہ کے تاریک براعظم میں بھی پہنچی اور لاکھوں سعید روحوں کے لئے

کو اسلامی نور سے منور کر دیا۔ اور وہی زبانیں جو کبھی خدا تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا کارِ ثواب سمجھتی تھیں وہ اب آپ پر درود وسلام بھیجنے لگیں۔ اور اس مردِ مجاہد کی آواز نے یہ ثابت کر دیا کہ آج دنیا میں اگر کوئی مذہب زندہ ہے تو وہ محض اسلام ہے اور اگر کوئی رسول زندہ ہے تو وہ صرف اور صرف رسول عربی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اگر کوئی ایسی کتاب ہے جو انسان کو زندہ خدا سے ملا سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف قرآن پاک ہے۔

(۳)

افریقہ کے ان ممالک میں سے جن میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور آپ کے مقدس خلفاء کے ذریعہ اسلام کو ایک بار پھر سربلندی حاصل ہوئی اور عیسائیت کو مُنہ کی کھانی پڑی ایک سیرالیون بھی ہے جہاں محض خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق کے مطابق مجھے سات سال تک اشاعتِ اسلام کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق ملی۔

ابتدائی حالات

سیرالیون کا ملک مغربی افریقہ کے ساحل پر خطِ استواء کے عین شمال میں واقع ہے جس کی آبادی پچیس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہ پہاڑی قسم کا ملک ہے اور جنگلات سے اٹا پڑا ہے اور کثرتِ بارش اور دریاؤں کی وجہ سے دلدلوں کی کثرت ہے۔ اس کا کُل رقبہ ۲۷,۹۲۵ مربع میل ہے اس کے شمال میں گنی (Ginnea) جنوب مشرق میں لائبیریا (Liberia) اور جنوب مغرب میں بحر الکاہل (Atlantic Ocean) ہے۔

یہ ملک تاریخی طور پر تو صدیوں سے معلوم چلا آتا تھا جس میں مختلف قبائل آباد تھے جو اپنے سیاہ رنگ کے لحاظ سے تو اشتراک رکھتے تھے مگر زبان اور بعض دیگر مخصوص عادات کی بناء پر ایک دوسرے سے کچھ مختلف تھے۔ اس ملک میں انگریزوں کا داخلہ اٹھارھویں صدی کے اواخر میں ہی ہوگیا تھا جب انہوں نے امریکہ سے غلام لاکر یہاں آباد کرنا شروع کئے۔ لیکن یہاں ان کا مکمل قبضہ انیسویں صدی کے شروع میں ہوا۔ انہوں نے قریباً ڈیڑھ سو سال تک یہاں حکومت کی۔ اپریل ۱۹۶۱ء میں یہ ملک آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوا۔

اسلام اس ملک میں عیسائیت سے بہت قبل پہنچ چکا تھا اور یہاں کے لوگوں کی غالب اکثریت اسلام قبول کر چکی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابھی تک اس ملک میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ انگریزوں کے داخلہ کے ساتھ ہی عیسائی منّاد بھی یہاں آموجود ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا اور ہر قسم کے جبر و تشدد کو کام میں لاکر مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تاکہ کسی طرح سے اسلام اس ملک سے مٹ جائے۔ مسلمانوں کی مساجد

اور مدارس گرا دیئے گئے۔ حکومت کے پاس جھوٹی مخبریاں کر کے اسے مسلمانوں کے خلاف اکسایا گیا۔ چنانچہ آنریبل مصطفٰے اسنوسی نے جو حکومت سیرالیون کے نائب وزیراعظم اور وزیر صنعت رہ چکے ہیں اور ایک مخلص احمدی ہیں ۱۹۶۲ء میں جماعت احمدیہ سیرالیون کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:۔

"اس سرزمین میں گزشتہ صدی میں اسلام بڑے نازک دور سے گزرا۔ ایک گورنر نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائیں اور بعض مسلمان قبیلوں کو فری ٹاؤن سے باہر بھجوانے کا حکم صادر کیا۔ انہوں نے اپیل کی مگر شنوائی نہ ہوئی۔ آخر وہ گورنر چھٹی پر گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔ جب اس کی جگہ پر دوسرا گورنر آیا تو اس نے کہا کہ اسلام ایک اچھا مذہب ہے اور اس طرح کونسل نے اپنا فیصلہ منسوخ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ فری ٹاؤن میں تاحال مسلمان بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اب آپ آسانی سے تبلیغ کر سکتے ہیں مگر مجھے وہ وقت یاد ہے جبکہ تبلیغ کی اجازت نہ تھی اور مسلمان کہلانا بھی مشکل تھا۔"

عیسائی پادریوں نے انگریزی حکومت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ملک میں عیسائیت کو پھیلانے کا ہر حربہ استعمال کیا۔ عیسائیوں نے ایسے مدارس جاری کئے جن میں جو مسلمان بچہ بھی داخل ہوتا اس کا اسلامی نام بدل کر اسے عیسائی نام دے دیا جاتا۔ جس سے مسلمانوں کے ہزاروں بچے عیسائیت کی آغوش میں جانے پر مجبور ہو گئے۔ پھر ہسپتال جاری کئے گئے جن میں عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی اور ہر اس شخص کے لئے علاج کی سہولت پیدا کی گئی جو یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ مان لیتا۔ پریس اور اخبارات کے ذریعہ اسلام کے خلاف زہر اگلا جاتا۔ اور ایسا لٹریچر پیدا کیا گیا جس میں اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت ہی نازیبا الفاظ میں ذکر ہوتا اور سکول کے بچوں کو اسے پڑھنے پر مجبور کیا جاتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ سب کا سب عیسائیت کی آغوش میں چلا گیا اور مسلمان کیا بلحاظ تعلیم اور کیا بلحاظ اقتصادیات دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے۔ نہ حکومت میں ان کی کوئی آواز رہی اور نہ ہی مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے ان کا کوئی اثر و رسوخ رہا۔ اور عیسائی منادوں نے اسلام اور بانیٔ اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کے سامنے قسما قسم کی خود ساختہ اور بے بنیاد کہانیاں اور قصے بیان کر کے اس ملک سے اسلام کے نام تک کو مٹانے کی کوشش کی۔

(۴)

یہ تھے وہ حالات جن میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے علمبردار حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خدام وہاں پہنچے اور انہوں نے وہاں جاکر جہاں مسلمانوں کے اندر دوبارہ اسلام کی صحیح روح پیدا کر کے ان میں احساس برتری پیدا کیا وہاں عیسائیت کے جارحانہ حملوں کا ایسا مُنہ توڑ جواب دیا کہ وہی عیسائی لیڈر جو پہلے یہ تصور کئے بیٹھے تھے کہ سیرالیون میں حتیٰ کہ تمام افریقہ میں اسلام صرف چند دن کا مہمان ہے اور عنقریب تمام افریقہ میں عیسائیت کا غلبہ ہوگا یہ کہتے سنائی دینے لگے کہ اب تو حالات بدلتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اسلام اب ایسے زور سے پھیل رہا ہے کہ یہ اندازہ لگانا مشکل ہوگیا ہے کہ افریقہ کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا یا عیسائیت، اور یہاں صلیب کا غلبہ ہوگا یا ہلال کا۔ چنانچہ عیسائیوں کے ایک مشہور رسالہ ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں مغربی افریقہ میں اسلام کی ترقی کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں مضمون نگار - Mr. Cecil Northcott سیرالیون کے بارہ میں لکھتا ہے:-

"ایک سوال جو میرے دل میں بار بار کھٹکتا ہے اور جسے میں اپنے دوستوں سے بھی پوچھتا رہتا ہوں یہ ہے کہ اس ملک (یعنی سیرالیون) میں عیسائیت کا کیا انجام ہوگا۔ جہاں اس کی تبلیغی تنظیم نہایت ہی معمولی ہے اور (اسکے بالمقابل) اب اسلام کی جارحیت بڑے زوروں پر ہے۔ کیا آزاد سیرالیون اسلامی دنیا کا ہی تو حصہ بن کر نہیں رہ جائے گا؟ جیسا کہ افریقہ کے بعض دوسرے آزاد ممالک بنتے ہوئے نظر آتے ہیں؟"

اسی طرح غانا یونیورسٹی کے پروفیسر مسٹر ایس۔ بی ولیمسن اپنی کتاب Christ or Mohammad میں تحریر کرتے ہیں:۔

"بلاشبہ اب عیسائیت کو چیلنج دے دیا گیا ہے اور مستقبل ہی یہ فیصلہ کرے گا کہ آئندہ افریقہ پر صلیب کی حکمرانی ہوگی یا ہلالی پرچم لہرائے گا؟"

(کرائسٹ یا محمدؐ مطبوعہ ۱۲ رمئی ۱۹۵۳ء)

افریقہ میں اتنا عظیم الشان انقلاب اس امر کا زندہ ثبوت ہے کہ احمدیت خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے جو خدائی منشاء کے مطابق بڑھتا اور پھولتا چلا جا رہا ہے اور انشاء اللہ چلا جائے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"آجکل تمام مذاہب کے لوگ جوش میں ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ اب

ساری دنیا میں مذہب عیسوی پھیل جائے گا۔ برہمو کہتے ہیں کہ ساری دنیا میں برہمو کا مذہب پھیل جائے گا اور آریہ کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب سب پر غالب آجائے گا مگر یہ سب جھوٹ کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں اب دنیا میں اسلام کا مذہب پھیلے گا اور باقی سب مذاہب اس کے آگے ذلیل اور حقیر ہو جائیں گے۔"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۴۳)

آپ نے یہ خبر اس وقت دی جبکہ اسلام ایک بے جان لاشہ کی مانند ہو چکا تھا اور دشمن تو الگ رہے دوست بھی اس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ کے اس مامور نے ثابت کر دکھایا کہ اسلام اب بھی اپنے اندر وہی طاقت رکھتا ہے جو اسے کبھی قرونِ اولیٰ میں حاصل تھی اور اب بھی وہ دلائل کے میدان میں دیگر مذاہب پر غالب آسکتا ہے۔

(۵)

سیرالیون میں احمدیت کا ابتدائی تعارف تو ۱۹۱۶ء میں ہی ہو چکا تھا جب ایک دوست Mr. Musa Gobba سلسلہ کا لٹریچر پڑھ کر احمدیت سے وابستہ ہوئے تھے۔

جماعت کی طرف سے سب سے پہلے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے بزرگ صحابی الحاج حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیر رضی اللہ عنہ ۱۹۲۱ء میں سیرالیون پہنچے لیکن آپ کا قیام بہت ہی مختصر رہا اور جلد ہی آپ وہاں سے نائیجیریا کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ کے بعد الحاج حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ نائیجیریا اور غانا جاتے ہوئے چند یوم کے لئے فری ٹاؤن ٹھہرے۔

اس مشن کا باقاعدہ قیام الحاج حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی مرحوم کے ذریعہ عمل میں آیا۔ آپ ۱۹۳۷ء میں یہاں پہلی مرتبہ تشریف لے گئے۔ آپ نے جس محنت اور جانفشانی سے اس ملک میں اشاعتِ اسلام کا کام کیا ہے اور جن نامساعد حالات میں آپ نے اس اہم فریضہ کو ادا کرنے کی کوشش کی اس کی یاد ابھی تک وہاں کے احمدیوں کے دلوں میں تازہ ہے۔ حضرت مولانا علی اور آپ کے ساتھ محترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے یہاں جس قسم کی قربانیوں کا نمونہ دکھایا وہ قابلِ رشک ہے۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی مرحوم نے تو اپنی جان تک اس راہ میں قربان کر دی۔ ۱۹۵۵ء میں جب آپ تیسری مرتبہ ربوہ سے سیرالیون تشریف لے گئے تو جاتے ہی ایک تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہو گئے جس سے جانبر نہ ہو سکے اور وہیں وفات پائی۔

گویا سیرالیون میں احمدیت کا جو پودا آپ نے لگایا تھا اس کی آبیاری آپ نے اپنے خون سے کی۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں۔

(۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے الہام فرمایا تھا کہ ینصرك رجالٌ نوحی الیھم من السماء کہ تیری مدد ایسے لوگ کریں گے جن کو ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے اور آپ کی صداقت رؤیا و کشوف کے ذریعہ اُن پر ظاہر کر دیں گے۔ چنانچہ اس الہام کی صداقت کا نظارہ ہمیں دس ہزار میل دور افریقہ کے تاریک براعظم میں بھی نظر آیا کہ الحاج مولانا نذیر احمد صاحب علی مرحوم کے سیرالیون پہنچنے سے قبل ہی خدا تعالیٰ نے وہاں کی بعض سعید روحوں پر رؤیا و کشوف کے ذریعہ نہ صرف ظہور مہدی علیہ السلام اور صداقت احمدیت سے آگاہ کر دیا تھا بلکہ الحاج علی صاحب مرحوم کی شکل تک ان کو خواب میں دکھا دی گئی تھی۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے پہلے سے سیرالیون کی زمین کو احمدیت کے لئے ہموار کر دیا تھا۔ یہاں میں صرف دو خوابوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

جب میں پہلی بار ۱۹۵۲ء میں تبلیغ اسلام کے فریضہ کے لئے سیرالیون گیا تو "روکوپر" جہاں فری ٹاؤن کے بعد سیرالیون میں سب سے پہلے جماعت قائم ہوئی وہاں ایک دوست الفا احمد کمارہ نے مجھے ایک مرتبہ بتایا کہ "۱۹۳۶ء میں جبکہ میں روکوپر سے منتقل ہو کر روتونبو نامی گاؤں میں رہائش رکھتا تھا، ایک رات نماز تہجد کے بعد کچھ دیر کے لئے لیٹ گیا۔ اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو شخص سفید ریش لمبے لمبے چوغوں میں ملبوس جن کے سروں پر عمامے ہیں میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مشرق سے آئے ہیں اور تمہیں یہ بشارت دیتے ہیں کہ جس مہدی کا دیر سے انتظار تھا وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ سو اُٹھو اور اپنے اصل گاؤں میں جا کر لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا اور انہیں نماز کی پابندی کی تلقین کر۔ اگر لوگوں نے اس بات پر کان نہ دھرا تو وہ خدائی سزا کے مستوجب ہوں گے۔ اس پر میری آنکھ کُھل گئی۔"

کہتے ہیں کہ "صبح ہوتے ہی میں نے اپنا سارا سازوسامان اکٹھا کیا اور واپس روکوپر چلا آیا جو میرا آبائی گاؤں تھا۔ یہاں آکر میں نے اپنے بھائی سے اس خواب کا ذکر کیا اور بتایا کہ مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو چکا ہے اس لئے ہمیں لوگوں کو اس امر سے آگاہ کرنا چاہیئے اور نماز کی طرف توجہ دلانی چاہیئے۔ اس وقت گو چند مسلمان نماز کے پابند تھے مگر اجتماعی رنگ میں نماز کا کوئی انتظام نہیں تھا اور نہ ہی جمعہ کی نماز ہوتی تھی۔ بہرحال ہماری کوشش سے ایک خاصی تعداد مسلمانوں کی نماز کے لئے تیار ہو گئی اور ایک شخص الفا شیخنا کو ہم نے اپنا امام بنا لیا۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد الحاج مولانا نذیر احمد صاحب علی فری ٹاؤن سے روکوپر تشریف لائے۔ جنہیں دیکھتے ہی الفا شیخنا امام مسجد نے کہا کہ مسٹر احمد! آپ کی خواب پوری ہو گئی کیونکہ الحاج مولوی نذیر احمد صاحب

علی مرحوم کا لباس اور پیغام وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اس موقعہ پر نہ صرف خاکسار کو بلکہ ایک کثیر تعداد کو ہدایت نصیب ہوئی اور ہم مہدی علیہ السلام کے متبعین میں شامل ہو گئے"۔

دوسری خواب مگبورکا کے ایک دوست پا سنفا تلا مرحوم کی ہے۔ جنہوں نے بیان کیا کہ:۔

"ایک موقع پر جبکہ میں باؤماہوں نامی گاؤں میں رہائش رکھتا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں وہاں کی مسجد کے ارد گرد سے گھاس اکھاڑ رہا ہوں اور کچھ دیر کے بعد کچھ تھکان محسوس کرنے پر میں مسجد کے قریب ہی ایک پام کے درخت تلے ستانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اسی اثناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے کی جانب سے ایک سفید رنگ کے اجنبی دوست ہاتھ میں قرآن کریم اور بائیبل پکڑے میری طرف آرہے ہیں۔ میرے قریب پہنچ کر سب سے پہلے ہدیہ السلام علیکم پیش کیا اور پھر مجھ سے مسجد کے امام کے بارہ میں پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ میں اسی وقت امام کو بلانے کے لئے چلا گیا جسے الفا (الفا یہاں عموماً ایسے شخص کو کہتے ہیں جو قرآن کریم جانتا ہو اور عربی پڑھ لکھ سکے) کہتے تھے۔ ہماری دونوں کی واپسی پر ہم یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے کہ مسجد کے باہر ایک سایہ دار جگہ تیار ہو چکی ہے اور وہ اجنبی شخص خود امام کی جگہ پر محراب میں کھڑا ہے۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے کہا کہ ہم اس سایہ دار جگہ میں بیٹھ کر اسے قرآن کریم سنائیں۔

اس کے بعد ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ وہ اجنبی دوست محراب سے نکل کر ہمارے پاس آئے اور امام سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمہیں صحیح طریق نماز سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی اور صبح ہوتے ہی میں نے اس کا ذکر اپنے تمام مسلمان دوستوں سے کر دیا۔" (یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سیرالیون میں تمام مالکی مسلمان ہاتھ چھوڑ کر نماز ادا کرتے ہیں)

اس خواب کے قریباً ایک ہفتہ بعد صبح کے وقت میں نے اپنا کدال لیا اور اپنی مسجد کا گرد و نواح صاف کرنے لگا۔ قریباً ایک گھنٹہ کام کرنے کے بعد میں نے کچھ تکان محسوس کی اور قریب ہی ایک پام کے درخت کے نیچے آرام کرنے لگا۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ کیا دیکھتا ہوں سامنے سے الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علی مرحوم تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے قریب آنے پر مجھے السلام علیکم کہا اور رہائش کے لئے جگہ وغیرہ دریافت کی۔

میرے لئے یہ ایک تعجب انگیز بات تھی کہ جو خواب میں ابھی چند یوم پہلے دیکھ چکا تھا بعینہٖ آج پوری ہو رہی تھی۔ یعنی الحاج نذیر احمد صاحب علی مرحوم ہی وہ دوست تھے جو مجھے خواب میں دکھائے گئے تھے۔ سو میرے لئے ایسے مہمان کی خدمت ایک خوش قسمتی تھی۔ لہٰذا میں نے آپ کو کسی اور کے پاس جانے کی اجازت نہ دی بلکہ اپنا گھر خدمت کے لئے پیش کیا۔ اس کے بعد میں اپنے مسلمان دوستوں کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ پورا ہو گیا ہے ....

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یعنی وہ دوست تشریف لے آئے ہیں اور میرے گھر میں تشریف رکھتے ہیں۔

اس کے بعد الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب مرحوم کی تبلیغ پر اس گاؤں کے اکثر دوستوں کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

یہ تھے وہ حالات، یعنی ایک طرف مشکلات اور مصائب اور دوسری طرف خدا کی نصرت اور تائید جس نے لوگوں کے قلوب کو احمدیت کی طرف مائل کر دیا، جن میں الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علی مرحوم رضؓ نے سیرالیون میں احمدیت کا بیج بویا اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ بیج بڑھ چکا ہے اور پھل اور پھول رہا ہے اور ملک کے چاروں کونوں میں اس کی ایک سو کے قریب شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ ۱۹ اسکول کھل چکے ہیں اور دو کالج قائم ہو چکے ہیں۔ جماعت کا اپنا پریس ہے اور ایک ماہوار اخبار "دی افریقن کریسنٹ" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ چالیس مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ ذیل میں مختصر تفصیل درج کی جاتی ہے۔

(۶)

احمدیت کے اس ملک میں پہنچنے سے قبل عیسائی سکول سینکڑوں کی تعداد میں وہاں موجود تھے اور ان کے ذریعہ وہ مسلمان بچوں کو عیسائیت کی تعلیم دیتے اور آخر عیسائیت میں داخل کر لیے جاتے۔ چونکہ ان کے مقابل کوئی مسلمان سکول نہیں تھا لہٰذا وہ من مانی کرتے اور جو بچہ عیسائی ہونے سے انکار کرتا اسے سکول میں داخلہ نہیں مل سکتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے احمدیہ مشن کو عیسائیوں کے مقابل مسلم سکول جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائی جن میں مسلمان بچوں کے لئے اسلامی ماحول میں تعلیم کا انتظام کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو جرأت نصیب ہوئی اور انہوں نے جرأت و دلیری سے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے تگ و دو شروع کر دی اور دوسری طرف عیسائیت کا وہ کاری حربہ جو وہ اسلام کو مٹانے کے لئے استعمال کر رہے تھے ناکام ہو کر رہ گیا۔ اور آخر انہوں نے اپنا قدیم دستور کہ جو بچہ عیسائیت میں داخل نہیں ہوگا اُسے سکول سے نکال دیا جائے گا بدل دیا اور عیسائیت کی تعلیم جو جبراً مسلمان بچوں کو دی جاتی تھی روک دی گئی۔ ہمارے مشن نے انتہائی نامساعد حالات میں کام شروع کیا تھا اور محض خدا تعالیٰ کے فضل سے اب ہمارے سکولوں کی تعداد ۱۸ تک پہنچ گئی ہے جن میں دو کالج بھی شامل ہیں۔ ان میں نہ صرف مسلمان بچے بلکہ سینکڑوں عیسائی بچے بھی اسلامی تعلیم سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

سیرالیون کے مسلمان لیڈر خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے سکول مذہب اور ملک کی بے لوث خدمت بجا لا رہے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ایسے لوگوں کی چند ایک آراء پیش کی جاتی ہیں:

(۱) فری ٹاؤن کے سابق ممبر الڈرمین اے۔ ایف رحمٰن (Alderman A.F. Rahman) نے ایک تقریر میں کہا:-

"سب سے زیادہ قابل قدر کام

جو جماعت احمدیہ اس ملک میں کر رہی
ہے وہ سکولوں کو ایک خاص معیار
پر چلانے کا ہے۔ تعلیم کے بغیر کوئی
ملک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں
ہو سکتا۔ اور تعلیم کے میدان میں جماعت
احمدیہ جو کوشش کر رہی ہے اس کو
جتنا بھی سراہا جائے اتنا ہی کم ہے۔"

(۲) اسی طرح وزیر آبادکاری و پبلک ورکس مسٹر کانڈے
بوسرے جو آجکل سیرالیون کے نائب وزیر اعظم
بن چکے ہیں کہتے ہیں:-

"یہ وہ نوجوان ہیں جنہوں نے
اس خطۂ سیرالیون میں اسلامی نور
کی شعاعیں پھیلا کر ہمیں بیدار
کر دیا ہے۔ یہ لوگ تقریباً عرصہ
بیس سال سے مصائب و مشکلات
برداشت کرتے ہوئے اس ملک کی
دینی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنانے میں
مشغول ہیں۔ پھر یہ امر بھی قابلِ قدر و
ستائش ہے کہ ان نوجوان مشنریوں
کی انتھک خدمات صرف مسلمانوں
کے لئے ہی نہیں بلکہ یہ لوگ ہر ایک کا
بھلا چاہتے ہیں اور خدمت خلق کا
جذبہ ان کے ہر کام اور سکیم میں نمایاں
نظر آتا ہے۔ تعلیمی لحاظ سے اس
ملک کے سینکڑوں بچے ان کے
سکولوں میں پڑھ کر اور ان کے زیر
تربیت رہ کر بہترین شہری بن چکے
ہیں اور ملک کے ہر شعبہ اور محکمہ میں
پائے جاتے ہیں۔"

(۳) فری ٹاؤن کے میئر الڈرمین اے۔ ایم رحمان
نے جماعت احمدیہ کی سالانہ کانفرنس ۶۲ء کے
موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"تعلیمی میدان میں جماعت کی
خدمات بھی قابلِ قدر ہیں۔ متعدد پرائمری
سکولوں کے علاوہ سیکنڈری سکول
کھول کر ملک کی ایک ایسی ضرورت
کو پورا کیا گیا ہے جو دیر سے محسوس
کی جا رہی تھی۔ سارے ملک میں
مسلمانوں کا یہ واحد سیکنڈری سکول
ہے جو بڑی کامیابی سے تعلیم کے علاوہ
مذہبی تعلیم بھی دے رہا ہے۔"

(۴) پاکستان ٹائمز کی اشاعت ۶ ستمبر ۶۲ء میں
ایک مضمون مکرم فرید۔ ایس۔ جعفری صاحب کا
Pakistan and Africa
کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ
افریقن ملکوں میں سفر کے بعد اپنے تاثرات
لکھتے ہوئے سیرالیون کے بارہ میں تحریر کرتے
ہیں:-

"سیرالیون کی حالت اس وقت
عجیب ہے، باوجود اس کے کہ اسکی

۸۰ فیصدی آبادی مسلمان ہے، وزارت میں ۲۲ میں سے ۷ اشخاص عیسائیوں کے پاس ہیں۔ گورنر، وزیر اعظم، وزیر خارجہ، وزیر خزانہ اور وزیر اطلاعات سب کے سب عیسائی ہیں اور مسلمانوں کو جو وزارت میں پانچ عہدے دیئے گئے ہیں۔ وہ نہایت ہی غیر ضروری اور معمولی قسم کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان غیر مہذب اور غیر تعلیم یافتہ ہیں۔

چند مسلمان جو تعلیمیافتہ ہیں اور وہ کوئی ذمہ داری کا کام سنبھال سکتے ہیں انہوں نے ایسا کیا ہے۔ ایسے مسلمان پاکستانی مبلغین کے کام کے مرہونِ منت ہیں۔ کیونکہ ان مبلغین نے وہاں تعلیمی ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ زراعتی فارم ان کے ہیں اور نہایت مضبوط مذہبی ادارے انہوں نے جاری کئے ہیں۔"

یہ پاکستانی مبلغین خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی مبلغین ہی ہیں جنہوں نے سیرالیون جیسے تاریک ملک میں اسلامی سکول کھول کر انہیں صحیح اسلامی نور سے منور کرنے کی سعی کی اور اس میں کامیابی نصیب ہوئی اور غیر بھی جو تعصب کی وجہ سے نام لینا پسند نہیں کرتے اس کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے +

(باقی آئندہ)

معلّمین وقفِ جدید کے اعزاز میں ایک تقریب

مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۶۶ء کو مجلس خدام الاحمدیہ گولبازار ربوہ کی طرف سے مکرم حافظ بشیر الدین صاحب عبید اللہ صدر محلہ کی صدارت میں معلّمین وقفِ جدید کے اعزاز میں ایک مختصر تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا جو عبد العزیز صاحب نے کی۔ اس کے بعد خدام نے عہد دوہرایا۔ عہد کے بعد خواجہ عبد المومن صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ایک دعائیہ نظم پڑھ کر سنائی۔ بعدہٗ مکرم زعیم صاحب حلقہ گولبازار نے معلّمین کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس میں انہیں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی کہ مرکز سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اب آپ لوگ اپنے اپنے مراکز میں تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ کی تبلیغی کوششوں میں برکت دے۔ آپ کو یہ امر ہر وقت پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ بہترین نمونہ ہی بہترین تبلیغ ہے۔ پس آپ اپنے عملی نمونہ سے دوسروں کی ہدایت کے سامان پیدا کریں۔"

زعیم صاحب کے ایڈریس کے بعد عبد الغفور صاحب نثار معلّم وقفِ جدید نے جوابی تقریر کرتے ہوئے محترم ناظم صاحب ارشاد وقفِ جدید کی طرف اس اعزاز کا شکریہ ادا کیا۔

دعا کے بعد یہ مختصر تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

محمد حنیف قریشی
منتظم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ
گولبازار۔ ربوہ

محمد اعظم صاحب مرحوم کی جوانا مرگی سے متاثر ہو کر

(جناب نسیم سیفی صاحب)

کوئی بتلائے کہ ہے کیا فرق مرگ و زیست میں
موت تک پھیلا ہوا کیا زیست کا دامن نہیں

سانس کے تاروں سے بنتی ہے ردائے زندگی
اور نہ ہو جو تار تار ایسا تو پیراہن نہیں

خوں رلائے گی جوانوں کو جواں مرگی تری
اک حقیقت تھا ترا اخلاص، حسنِ ظن نہیں

ساری دولت اس جہاں کی اک غبارِ راہ ہے
نیکیوں کا ساز مانے بھر میں کوئی دھن نہیں

آ رہی ہے موت کی آواز ہر اک کان میں
"تیرا اپنا من نہیں ہے، تیرا اپنا تن نہیں"

گو مجھے اہلِ سخن فنکار کہتے ہیں نسیمؔ
جو نہ وقفِ ملک و ملت ہو وہ میرا فن نہیں

تحریکِ جدید اور خدام الاحمدیہ

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب بی۔ اے وکیل المال اول تحریک جدید)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل جنہوں نے اسلام کو صحیح رنگ میں قبول کیا ہے ان کے لئے یہ مسلمہ امر ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ تبلیغِ اسلام کا جہاد ہم پر بہر حالت میں واجب اور فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے فلا تطع الکٰفرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا (سورۃ الفرقان ۲۵ رکوع ۵) اسی ارشادِ خداوندی کی یاددہانی کے لئے ہمارے محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

عُسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

اس دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے ہمارے محبوب امام رضی اللہ عنہ نے ۱۹۳۴ء میں القاء ربانی کے ماتحت "تحریک جدید" کے نام سے ایک عظیم الشان تحریک جاری فرمائی جو اپنے شاندار نتائج اور عظیم وسعت کے باعث "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کی مصداق بن چکی ہے۔

خدام کے دو القاب

آج ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس عظیم الشان آسمانی تحریک کے ضمن میں خدام الاحمدیہ کے کندھوں پر کیا ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ بیشتر اس کے کہ خدام کی معین ذمہ داریاں گنوائی جائیں

ہم اپنے مقدس امام رضی اللہ عنہ کے وہ ارشادات مستحضر کرتے ہیں جن میں حضور رضی اللہ عنہ نے خدام کو دو پیارے القاب سے یاد فرمایا ہے۔ ان القاب ہی سے خدام کی ذمہ داریاں واضح ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر حضور رضی اللہ عنہ نے خدام کو "تحریک جدید کی فوج" کا لقب دیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدام الاحمدیہ تحریک جدید کی حفاظت کے اسی طرح ذمہ دار ہیں جس طرح فوج اپنے ملک کی حفاظت کے لئے ذمہ دار ہوتی ہے۔

ایک اور موقع پر حضور رضی اللہ عنہ نے خدام کو تحریک جدید کے والنٹیرز یعنی رضاکار کے لقب سے نوازا جس میں رضا و رغبت اور بے لوث جذبہ سے خدمتِ دین کرنے کی تلقین پائی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"کوئی نیا پروگرام بنانا تمہارے لئے جائز نہیں۔ پروگرام تحریک جدید کا ہی ہوگا اور تم تحریک جدید کے والنٹیرز ہوگے۔ تمہارا فرض ہوگا کہ تم اپنے ہاتھ سے کام کرو، تم سادہ زندگی بسر کرو، تم دین کی تعلیم دو، تم نمازوں کی پابندی کی نوجوانوں میں عادت پیدا کرو، تم تبلیغ کے لئے اوقات وقف کرو۔"

مالی جہاد کے ضمن میں خدام کی ذمہ داریاں

اس ارشاد میں "تم دین کی تعلیم دو" کے الفاظ خدام کو بڑے وسیع معنوں میں مکلف کر رہے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم اس کا ایک نہایت ہی اہم جزو ہے۔ چنانچہ آج سے پندرہ سال پہلے کی بات ہے جبکہ حضور رضی اللہ عنہ نے مجلس خدام الاحمدیہ کے عہدۂ صدارت کو بنفسِ نفیس رونق بخشی تو آپ نے فرمایا:-

"مَیں نے صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا بار اسلئے اٹھایا ہے کہ تا جماعت کے نوجوانوں کو دین کی طرف توجہ دلاؤں سو مَیں سب سے پہلے ان کے سپرد یہ کام کرتا ہوں اور مَیں امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے ایمان کا ثبوت دیں گے اور آگے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے اور کوئی نوجوان ایسا نہیں رہے گا جو دفتر دوم میں شامل نہ ہو۔ اور کوشش کریں کہ ساری کی ساری رقم (۵,۰۰,۰۰۰ روپیہ) وصول ہو جائے۔"

اسی عرصہ میں حضور رضی اللہ عنہ نے خدام کو دفتر دوم کے وعدوں کو پانچ لاکھ روپیہ تک پہنچانے کا بھی ارشاد فرمایا تھا۔ ان مذکورہ ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ خدام الاحمدیہ مکلف ہیں کہ وہ

(۱) بلا استثناء تحریک جدید کے مالی جہاد میں شامل ہوں۔

(۲) دفتر اول سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کریں۔ حتّٰی کہ اسے پانچ لاکھ روپیہ تک پہنچا دیں۔

(۳) اور وعدوں کی کل رقم وصول کرنے کا انتظام کریں۔

اِن تقاضوں کو پورا کرنے کی عملی صورت

ان تین امور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مجلس مرکزیہ کے مہتمم تحریک جدید جملہ مجالس کے قائدین سے وعدوں کے متعلق ماہ جنوری میں (جبکہ نئے سال کے اعلان پر دو ماہ گزر چکے ہوتے ہیں) یہ تحریری تصدیق منگوایا کریں کہ ان کی مجلس کا ہر رکن تحریک جدید کے سالِ نَو کے لئے وعدہ پیش کر چکا ہے اور وصولی کے لئے ماہ اکتوبر میں (جو کہ سال کا آخری مہینہ ہوتا ہے) قائدین سے یہ تصدیق منگوایا کریں کہ ان کی مجلس کا ہر خادم ادائیگی چندہ کے فرض سے سبکدوش ہو چکا ہے۔ جوں جوں مجالس سے ایسی اطلاعیں مرکزی مجلس میں پہنچتی رہیں ویسے ویسے وہ وکالتِ مال اوّل میں مہیا کی جاتی رہیں۔ چونکہ صرف سرکلر بھجوا دینے یا اخبار کے ذریعہ تحریک کر دینے سے خوشکن نتائج کی امید نہیں کی جا سکتی اسلئے مہتمم صاحب تحریک جدید نگرانی کے لئے ان دو اقسام کی تصدیقات منگوانے کا سلسلہ جاری کریں تو انشاء اللہ خاطر خواہ نتائج پیدا کئے جا سکتے ہیں۔

وعدہ حیثیت یا مقررہ معیار کے مطابق ہونا چاہیئے۔

اب رہا یہ سوال کہ کسی خادم کا وعدہ اسکی مالی حیثیت کے مطابق ہے یا نہیں اس کا پتہ لگانا مجلس کے لئے کوئی مشکل امر نہیں۔ خدام سے مجلس کا چندہ ان کی ماہوار آمد کے مطابق وصول کیا جاتا ہے۔ گویا ہر خادم کی ماہوار آمد مجلس کے ریکارڈ میں ہوتی ہے اسلئے انسپکٹران مجلس

خدام الاحمدیہ اپنے دورہ میں اس نقطۂ نظر سے خدام کے وعدوں کا جائزہ لیا کریں اور جس خادم کا بھی وعدہ اس کی مالی حیثیت سے کم ہو یا حضور رضی اللہ عنہ کے بیان فرمودہ معیار یعنی ماہوار آمد کے پانچویں حصہ سے کم ہو اس کی تحریص و ترغیب سے صحیح معیار پر لانے کی کوشش کریں اور اگر بعض افراد بلا عذر معقول معیار سے نیچے یا کلّی طور پر محروم رہنے پر ہی مصر ہوں تو اُن کی رپورٹ اپنے مہتمم صاحب تحریک جدید کی خدمت میں کیا کریں جو وکالت مال کے تعاون سے انشاء اللہ تحریص و ترغیب کے دیگر ذرائع بھی اختیار کر سکتے ہیں۔

محروم یا بے شرح افراد کی اصلاح

ہماری جماعت میں وہ بدنصیب طبقہ جو تحریک جدید کے مالی جہاد سے بالکل محروم ہے یا حیثیت سے بہت کم چندہ دیتا ہے ان کی اصلاح کیلئے انسپکٹران تحریک جدید اپنے دوروں میں اپنی بساط کے مطابق ذرائع اختیار کرتے ہیں تاہم جن افراد کو وہ صحیح معیار پر نہیں لا سکتے ان کے ناموں سے وہ دفتر وکیل المال اوّل کو مطلع کر دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے میرا یہ طریق رہا ہے کہ ایسے افراد کی فہرست مجلس مرکزیہ میں بھجوا دی جاتی ہے اگر مجلس مرکزیہ مجلسی سطح پر بھی ان لوگوں کو صحیح معیار پر لانے کی کوشش کرے تو بہتر نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ بعض لوگ ہمارے انسپکٹر کے سمجھانے سے نہ سمجھیں لیکن خدام کے سمجھانے سے سمجھ جائیں۔

خدام الاحمدیہ پر تحریک جدید کی کلّی ذمہ داری ہے

میری ان معروضات سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ خدام کے کندھوں پر صرف اراکین مجلس کے ضمن میں ہی ذمہ داری ہے بلکہ وہ مجموعی طور پر تحریک جدید کے دَورِ ثانی (جو اس تحریک کے بیسویں سال سے شروع ہوتا ہے) کے بلا امتیاز مرد و زن و صغیر و کبیر ذمہ دار ہیں جیسا کہ ہمارے مقدس امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

> "وہ (خدام) اس بات کو اپنے ذمہ لیں کہ انہوں نے ہر ممکن طریقہ سے اس اگلے دَور کو کامیاب بنانا ہے اور اس کے لئے انہیں کتنی بھی قربانیاں کرنی پڑیں وہ ضرور کریں گے۔"

اسلئے ہر مجلس خدام الاحمدیہ کو اپنے ناظم کے توسط سے مقامی سیکرٹری تحریک جدید سے ایسا گہرا رابطہ قائم کرنا چاہیئے کہ سیکرٹری تحریک جدید وعدوں اور نقد وصولی کے حصول میں مجلس کے کلّی تعاون کو حاصل کر سکے۔

ناظم تحریک جدید کی حیثیت

مکرم وکیل اعلیٰ صاحب تحریک جدید اور مکرم صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے متفقہ فیصلہ کے ماتحت ناظم صاحب تحریک جدید کو مقامی سیکرٹری تحریک جدید کا بلحاظ عہدہ (ex officio) نائب سیکرٹری تحریک جدید تسلیم کر لیا گیا ہے اور اس کا اعلان الفضل میں ایک سے زائد مرتبہ کیا جا چکا ہے پس ہر مجلس کو چاہیئے کہ اس انتظام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائے۔

حرفِ آخر

آخر میں خدام کو ایک خاص جدوجہد جو ایک جاندار تحریک کا رنگ اختیار کر جائے شروع کرنے کی درخواست کروں گا یہ جدوجہد

بعض کمزور طبائع کے اس غلط نقطۂ نظر کے خلاف جہاد
جاری رکھنا مقصود ہے جو ابھی تک اس خیالِ خام میں مگن ہیں کہ
تحریک جدید کی مالی قربانی اختیاری ہے۔ اس کے نتیجہ
میں دیکھا گیا ہے کہ ملک میں ذرا سی کوئی آفت آ جائے
یا گھر میں کسی بیماری کا معمولی سا غلبہ ہو جائے تو اس
ذہنیت کے لوگ سب سے پہلے تحریک جدید کے وعدے
پر تبر چلانا جائز سمجھتے ہیں اور اپنے تئیں واقعی معذور
سمجھنے لگ پڑتے ہیں۔ اس بیمار ذہنیت ہی کا نتیجہ
ہے کہ تحریک جدید کا مالی جہاد ایک عظیم الشان معیار
پر پہنچ کر مزید ترقی کرنے سے رُک گیا ہے۔ پس خدام کو
چاہیے کہ حضور رضی اللہ عنہ کا وہ اعلان جو حضور رضؓ نے
سنہ ۵۳ء کے جلسہ سالانہ میں فرمایا تھا کہ:۔

"اب مَیں نے اس چندہ کو لازمی کر دیا
ہے۔ جماعت کے ہر مرد اور عورت کا
فرض ہے کہ وہ اس میں حصہ لے۔"

جماعت کے سامنے بڑے تواتر اور شدت کے ساتھ
پیش کرتے رہیں۔ اس عنوان پر کہ "چندہ تحریک جدید
لازمی ہے" تقریریں کریں، مضامین لکھیں۔ اپنے اپنے
گھروں میں اپنے بزرگوں اور بچوں کو ذہن نشین کرائیں
حتیٰ کہ آپ کے ماحول میں کوئی احمدی ایسا نہ رہے جو دل و
جان سے اس بات کا اقرار نہ کرے کہ تحریک جدید کا چندہ
لازمی ہے۔ ممکن ہے آپ حضرات یہ سمجھتے ہوں کہ ہر
احمدی اس مالی جہاد کی فرضیت کو سمجھ چکا ہے۔ اس نکتہ
پر زور دینے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن حقیقت اس
کے برعکس ہے۔ لاکھوں کی جماعت میں سے اس حد تک
جہاد میں بیس اکیس ہزار افراد کی شمولیت نظر آتی ہے
اور اس قلیل تعداد میں بھی کثیر حصہ حیثیت سے کم قربانی
پیش کر رہا ہے۔ گویا جماعت کا بیشتر حصہ اس ثواب
سے محروم ہے۔ آپ نے انہیں بیدار کرنا ہے اور
واشگاف الفاظ میں بیان کرنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ
کا ارشاد اٹل ہے کہ فلا تطع الکٰفرین و
جاھدھم بہ جھادًا کبیرًا یعنی قرآن کا جہاد
ہر مومن پر فرض ہے اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں
تک پہنچانا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل
مشن ہے تو پھر اس کا موعود خلیفہ (ان گنت سلام و
درود ہوں اس پر) کس طرح اس کو دس یا انیس سال تک
محدود رکھ سکتا تھا اور وہ کس طرح اس کی فرضیت کا اعلان
نہ کرتا۔ پس آپ کا ایک بہت بڑا کام یہ بھی ہے کہ جماعت
کے کمزور طبائع کی اس بیمار ذہنیت کو یکسر بدل کر رکھ دیں
اور انہیں سنائیں ؎

عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

درخواستِ دعا

میرے بھائی سید منیر احمد صاحب ابن سید
علی احمد صاحب جو آجکل مسقط میں ملازمت کے سلسلہ
میں مقیم ہیں۔ قارئین خالد کی خدمت میں السلام علیکم کہتے
ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا
حافظ و ناصر ہو۔ (سید شاہ میر اشرف ربوہ)

صاحبزادہ مرزا فرید احمد

بنی نوع انسان سے ہمدردی

ہمدردی ایک مقدس فریضہ ہے جس کی ہر مذہب نے
سماجی اور روحانی ضابطہ تلقین کرتا ہے۔ ایک دوسرے
کی فلاح و بہبود، ایک دوسرے کے دکھ اور درد میں
شریک ہونا۔ بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی ہمدردی کہلاتی
ہے۔ ہمدردی بلا امتیاز رنگ و نسل ہونی چاہیئے۔

ہمدردی کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ایک متحد
اور پُر امن معاشرہ کے قیام کے لئے ہمدردی انتہائی
ضروری ہے۔ مخلوقِ خدا سے ہمدردی کے نتیجہ میں اتفاق
جنم لیتا ہے جو قوموں کی ترقی کا راز ہے۔ آپس کا بھائی چارہ
معاشرہ کو ہر قسم کے فتنہ و فساد سے محفوظ رکھتا ہے جو
قوموں کو تباہی و بربادی کے راستہ پر ڈالتے ہیں۔

ہر قوم، ہر فرد اور ہر مذہبی جماعت جو کسی خاص
مقصد کو لیکر اُٹھتی ہے اس میں یکجہتی اور اتفاق کا
پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ خاص طور پر الٰہی جماعتوں
کے لئے اتفاق انتہائی ضروری اور اہم حیثیت رکھتا
ہے تاکہ جماعتی وحدت قائم رہے اور سب مل کر انسانیت
کی بھلائی کے لئے کام کر سکیں۔ جماعتی وحدت کو قائم
کرنے کے لئے باہمی اخوت اور بھائی چارہ بہت
ضروری ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں جذبۂ ہمدردی انتہاء کو
پہنچا ہوا تھا اور اسی جذبۂ ہمدردی کی وجہ سے انکا
معاشرہ مثالی معاشرہ تھا۔ ان کے دلوں میں باہمی
اخوت کا ایک سیلاب تھا۔ ان کی اس صفت کو بیان
کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَأَلَّفَ بَيْنَ
قُلُوبِهِمْ۔

ہمدردی کی دوسری اہم خاصیت یہ ہے کہ
انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب کرتی چلی جاتی ہے یہاں تک
کہ وہ خدائی وجود بن جاتے ہیں۔ یہ وہ نشہ ہے جس میں
چُور ہو کر ہی انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی کوشش
کر سکتا ہے۔ یہ ایک تعلق ہے خدا اور اس کے بندوں
کے درمیان۔ جس کا دل مخلوقِ خدا کی ہمدردی سے خالی ہوگا
وہ کبھی اپنے مولیٰ کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتا۔

جیسے جیسے بندہ مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں مصروف
رہے ویسے ویسے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے پختہ ہوتا
چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے خدا کی
رضا کو حاصل کیا ان کے دلوں میں دوسروں سے زیادہ
ہمدردی کا جذبہ تھا۔

سب سے بڑھ کر تو ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دل میں ہمدردی کا جذبہ تھا۔ آپ کے بعد
آپ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
دل میں مخلوقِ خدا سے ہمدردی کی تڑپ تھی جو اس
درجہ انتہا کو پہنچی تھی کہ آپ نے فرمایا ؎

گالیاں سُن کے دعا دو پاکے دُکھ آرام دو

خدا تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس وجہ سے کی وہ ایک ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتا تھا جو توحید کو قائم کرے خدا تعالیٰ کی عظمت و شوکت کو دیکھے اور پہچانے نیز وہ آپس میں بھائی چارہ قائم کرے اور وہ دنیا میں وحشت و بربریت کی بجائے امن و صلح کا پیامبر ہو۔ اگر انسان باہمی اخوت اور پیار کا رشتہ قطع کر دے اور ایک دوسرے پر ظلم و ستم روا رکھے تو ایسے انسان اور ایک حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

انسان کی تخلیق کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ دنیا میں ایسی مخلوق پیدا ہو جو ایک ایسے معاشرہ کو جنم دے جس میں بسنے والا ہر فرد ایک دوسرے کا سچا خیر خواہ ہو، وہ دوسرے کی مدد کرنے میں کوئی تامل نہ کرے۔ انسان انسان سے حسن سلوک سے پیش آئے، شفقت و پیار کا رشتہ دنیا میں قائم کرے۔ کوئی بھی فرد خواہ وہ اس کا دشمن ہی کیوں نہ ہو کسی دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہو کر تڑپے تو اس کی تکلیف کو دیکھ کر وہ خود بھی تڑپ اٹھے مصیبت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرے۔ اگر انسان دلی جذبۂ ہمدردی سے خالی ہو جائے تو اس میں وحشت جنم لے لیتی ہے جو درندوں کی خاصیت ہے۔ انسان اسی وقت انسان کہلا سکتا ہے جب وہ مقام انسانیت کو حاصل کرے۔ اور مقام انسانیت وہ مقام ہے جہاں بندہ ہمدردی کے نشہ میں چور ہو کر ہر ایک کی ہمدردی کے لئے تیار ہو جائے خواہ وہ دوست ہو اور خواہ دشمن ہی کیا ہو۔ ہمدردی اسلام کی تعلیم کا خاصہ ہے اور اسلام نے مخلوقِ خدا کی ہمدردی پر بہت زور دیا ہے۔

آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے دنیا میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ نسلِ انسانی مذہب سے بہت دور چلی گئی تھی، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہو گیا تھا۔ جذبۂ ہمدردی اس کائنات کے آب و گل سے مفقود ہو کر رہ گیا تھا۔ باپ بیٹی کو قتل کرنے میں کوئی تامل نہ سمجھتا تھا۔ یتیم کی پکار اور سائل کی فریاد کو سننے والا کوئی نہ تھا۔ ایک ایسا معاشرہ جنم لے چکا تھا جہاں فحاشی، لوٹ مار، ڈاکہ، چوری، زنا، شراب اور جوئے جیسے عیوب جنم لے چکے تھے۔ کھنکتے ہوئے سکوں کی عزت قائم تھی لیکن انسانی عزت اور عورت کی عصمت کا ناجائز استعمال کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ خلوص، وفا، اعتبار نوعِ انسان کے لئے چند بے معنی سے الفاظ بن گئے تھے۔ اس وقت خدائے ربِّ کریم کی غیرت جوش میں آئی۔ جب اس نے دیکھا کہ ظلم اور تشدد کا ایک بازار گرم ہے، جذبۂ ہمدردی سے دل خالی ہیں، تب اس نے ایک پاکیزہ اور پرامن معاشرہ کے قیام کے لئے ایسے معاشرہ کے قیام کے لئے جس میں بسنے والے افراد کے مابین باہمی اخوت کا ایک مقدس رشتہ قائم ہو۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اپنے متبعین کو ہمدردی بنی نوع انسان کی تعلیم دی اور اپنی زندگی میں ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم فرمایا جس کا ہر فرد اتفاق و اتحاد اور ہمدردی بنی نوع انسان کے پاکیزہ جذبے سے سرشار تھا۔

آپؐ نے دنیا کے سامنے یہ تعلیم رکھی کہ ہر ایک سے حسنِ اخلاق سے پیش آؤ خواہ وہ عرب کا رہنے والا ہو

خواہ عجم کا، خواہ گورا ہو یا کالا، خواہ توحید کا پرستار
ہو یا ۳۶۰ بتوں کا عاشق۔ یتیم کی آہ سنو۔ سائل کی پکار
بر لاؤ۔ مزدور کو اس کے پسینہ کے خشک ہونے سے پہلے
اُجرت دو۔ کسی کا حق نہ مارو۔ کسی کو دُکھ یا تکلیف نہ دو۔
تم میں سے بہترین مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے یا زبان
سے کسی دوسرے مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ آپؐ
نے اُمتِ محمدیہ کو یتیم، ہمسایہ، بیوی اور مزدور کے
متعلق فرمایا:۔

(۱) اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّةِ
کَھَاتَیْنِ ۔

یعنی میں (حضرت رسول پاکؐ) اور
یتیم کی پرورش کرنے والا مسلمان جنت
میں اس طرح ہوں گے جیسے کہ میری یہ
دو انگلیاں۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی
دو انگلیوں کو باہم پیوست کر دیا۔

(۲) مَازَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ
حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ

یعنی جبرائیل نے مجھے ہمسایہ کے
متعلق خدا کی طرف سے بار بار اتنی
تاکید کی ہے کہ مجھے گمان ہونے لگا
کہ شاید وہ اسے وارث ہی قرار
دے دیگا"

(۳) خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِهٖ وَ
اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ ۔

تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو
اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرنے
میں بہتر ہے اور میں اپنے اہل کے
ساتھ سلوک کرنے میں تم سب سے
بہتر ہوں"

(۴) اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَهٗ
قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرَقُهٗ ۔

مزدور کو اس کا پسینہ خشک
ہونے سے پہلے مزدوری دیا کرو"

مندرجہ بالا احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے
رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہمدردی کے
تمام اہم پہلوؤں کی طرف متوجہ کیا ہے۔

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے دَور میں جب
مسلمانوں نے اس پاکیزہ تعلیم کو فراموش کر دیا اور
ہر قسم کی بُرائیوں نے ان میں جنم لے لیا۔ جو تاریکی
چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی تھی جبکہ اسلام
کا ظہور ہوا تھا ویسی ہی تاریکی آج تہذیب و تمدن کے
نام سے پھیل چکی تھی جب کہ اسلام اپنی غربت اولیٰ میں
مبتلا تھا۔ اگر اُس زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی تاریکی
بُت پرستی تھی تو اس کی جگہ اس زمانہ میں ہر طرف نفس پرستی
کا دَور دَورہ تھا۔ آخر خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں
آئی اور اس نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی
کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت
مرزا غلام احمد علیہ السلام کو اس زمانہ کا مامور بنا کر بھیجا۔
آپؑ نے مُردہ روحوں میں از سرِ نو زندگی پھونکی۔ اسلامی
تعلیمات کو از سرِ نو زندہ کیا۔ یعنی نوع انسان کی ہمدردی کا

جو جذبہ لوگوں کے قلوب سے قریباً قریباً مفقود ہو چکا
تھا پھر نئے سرے سے پیدا کیا اور اپنے عہدِ بیعت میں
بھی ہمدردی بنی نوع انسان کو جگہ دی۔ چنانچہ فرماتے
ہیں :-

"عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں
کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں
سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں
دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے
نہ کسی اور طرح سے"

اور

"عام خلق اللہ کی ہمدردی میں
محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں
تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد
طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع
انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔"
(اشتہار تکمیل تبلیغ مؤرخہ ۱۲ر جنوری
۱۸۸۹ء)

اس کے علاوہ بھی حضور نے ہمدردی بنی نوع انسان
پر بہت زور دیا اور اپنی جماعت کو بار بار یہ اعلان
فرمایا کہ میرا دل ہر قوم اور انسان کی ہمدردی سے معمور
ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں
اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات
ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا
دشمن نہیں۔ میں بنی نوع انسان سے
ایسی محبت کرتا ہوں جیسی ایک والدہ
مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے۔
بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف اُن
کے باطل عقائد کا دشمن ہوں جن
سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان
کی ہمدردی میرا فرض ہے۔"
(اربعین نمبر ۱ صفحہ ۲)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :-

"میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی
کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف
ہوں میرے کان میں اس کی آواز
پہنچ جائے تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ
نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ
پہنچا سکوں تو فائدہ پہنچاؤں اور
جہاں تک ممکن ہے اس سے
ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف
ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور
تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔
اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں
کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔
اپنے تو درکنار، میں تو یہ کہتا
ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے
ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاؤ
اور اُن سے ہمدردی کرو۔ لاابالی
مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔

ایک مرتبہ مَیں باہر سیر کو جا رہا تھا کہ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور مَیں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی ۷۰، ۷۵ برس کی ضعیفہ ملی۔ اُس نے ایک خط اُسے پڑھنے کو کہا مگر اُس نے اُس کو جھڑکیاں دیکر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ مَیں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر پٹواری کو بہت شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۶۲)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

۱۔ "آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف چھوڑ دو... آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۶)

۲۔ "تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ سے دو بھائی۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۷)

۳۔ "ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو۔ اور خدا تعالیٰ کی کُل مخلوق سے احسان کرو۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۶)

ایک وقارِ عمل

زندگی کے بعض پہلو اس قدر تابناک اور درخشندہ ہوتے ہیں کہ اکثر ان کی ضیاء انسان آخری سانس تک محسوس کرتا رہتا ہے۔ وہ دن ہماری زندگی کا شاندار دن تھا جس دن واہ میں مسجد کے قیام کے سلسلے میں کافی عرصہ کے بعد ہمیں محض خدا تعالیٰ کے احسان اور فضل و کرم سے ایک بہت بڑا زمین کا قطعہ عنایت ہوا۔ یوں تو واہ کی مجلس کافی مستعد ہے مگر آج تک اس طرح کا کوئی موقع نہ ملا تھا کہ اجتماعی وقارِ عمل منایا جا سکے۔ کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں۔ پس اسی مقولے کو سچ بنانے کے لئے خدا تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور اس بات کا موقع دیا کہ ہم کرسیوں کی زینت دینی کام کیلئے اب کسی قدر جفاکشی کو بھی اپنائیں۔ سو مسجد کی تعمیر کے دوران ہم نے ایک دن نمازِ جمعہ کے بعد قائد صاحب مقامی کا وقارِ عمل کے بارے میں اعلان سُنا۔ وہ پانی کا پائپ لانے کیلئے نالی کی کھدائی کرنا چاہتے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ جماعت کے فنڈز پر اس قدر بوجھ نہ ڈالا جائے کہ معمولی معمولی کام بھی اُجرت مزدوری دیکر کروائے جائیں۔

سو مقررہ پروگرام کے مطابق وقارِ عمل

شروع ہوا ۔۔۔ دل میں خلوص، محبت، اطاعت اور خوفِ خدا لئے، بندگانِ خدا لگاتار کام کر رہے تھے۔ ۔۔۔ تھکاوٹ کا نام ونشان نہیں۔ کچھ احباب مٹی کھودنے میں ہمہ تن مشغول تھے۔ چند ایک بھرنے میں اور بقایا دو دو کی ٹولیاں بنائے ڈونگیاں بھرے فرش کو پورا کرنے کی کوشش میں ۔۔۔ وہ مٹی سے بھرے ہوئے بورے اس طرح اُٹھائے چلے جا رہے تھے جیسے پھولوں سے بھری ہوئی ٹوکریاں اُٹھا رکھی ہوں۔ یوں لگتا تھا کہ وہ وزن وزن نہیں بلکہ راحتِ جان ہے۔ اُن کے قدم ایک ہی تال اور ایک ہی آواز کے ساتھ اُٹھ رہے تھے اور چہروں پر مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔

ہر روز واہ میں مغرب سے نمازِ عشاء تک خدمت گارانِ دین اپنے مولیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوتے ۔۔۔ اُن کا دل کہہ رہا ہوتا کہ آج ہماری یہ معمولی کوشش آئندہ کے لئے ایک شاندار مثال ہوگی ۔۔۔ ہم خدا تعالیٰ کا گھر بنانے میں جس قدر جوش اور عمل دکھائیں گے خدا تعالیٰ اُسی قدر ہم پر اپنے فضل نازل کرے گا۔

ہفتہ اور اتوار کو تعطیل ہوتی تھی سارا سارا دن کام ہوتا۔ وقارِ عمل منایا جاتا اور کیوں نہ منائیں اس نے بھی تو واہ میں بہت دیر کے بعد قدم رنجہ فرمایا ہے۔!

منصور احمد وقار

Monthly KHALID Rabwah

FEBRUARY 1966 REGD. NO. L 5830

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی

تعزیتی قرارداد

ہم ممبران عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اپنے نہایت مخلص رفیق کار محترم **چوہدری محمد اعظم صاحب** مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی بے وقت وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون محترم چوہدری محمد اعظم صاحب مرحوم بہت نیک فطرت اور قابلیت رکھنے والے اور گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے۔ دین کی خدمت کے ایک بے لوث جذبہ سے سرشار تھے۔ مرحوم اپنی نیکی اور خدمت دین کے لئے ہر آن مستعد رہنے کے لحاظ سے احمدی نوجوانوں کے لئے بڑا اعلیٰ نمونہ پیش کرگئے ہیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے کاموں میں مختلف حیثیتوں میں بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیتے رہے ہیں گذشتہ چار سال سے مجلس عاملہ مرکزیہ کے رکن رہے ہیں اور مہتمم تحریک جدید کے طور پر قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس سال کے شروع میں اشاعت کا اہم شعبہ ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ اور اپنی صحت کی شدید خرابی اور دیگر پریشانیوں کے باوجود انہوں نے فوراً اپنی ہمت سے بڑھکر کام شروع کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہوئی اور مرحوم کام کو حسب خواہش سر انجام دینے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

مرحوم مجلس عاملہ مرکزیہ میں اپنی انتظامی قابلیت اور دیانتدارانہ صائب رائے کے باعث ایک خاص مقام رکھتے تھے اور انکی رائے کو ان کے رفیق کار قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور اعلیٰ اعلیین میں اپنے خاص مراتب قرب سے نوازے اور آپ کے اکلوتے بچے اور اہلیہ کا خود حافظ وناصر ہو اور آپکے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔